ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اگست ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

سیّدنا محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رُوحانی دائمی زندگی کا ثبوت

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"..... مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خُدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیّدنا محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی دائمی زندگی اور پُورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ مَیں نے اُسکی پیروی سے اور اُسکی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اُوپر اُترتے ہُوئے اور دل کو یقین کے نُور سے پُر ہوتے ہُوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے۔ کہ اُن کھلے کھلے نُوروں کے ذریعہ سے مَیں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے خدا کے عظیم الشّان نشان بارش کی طرح میرے پر اُتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں میرے پر کُھل رہی ہیں۔ ہزارہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں ....."

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۰)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ظہور ۱۳۷۶ ہش

اگست ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر : چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر : قاضی منیر احمد

مطبع : ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت : دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

- اداریہ ص۲
- امام الکلام ص۴
- کلام الامام ص۵
- عربی منظوم کلام ص۶
- فارسی منظوم کلام ص۷
- تعلیم القرآن کے بارہ میں حضور انور کے ارشادات
- سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ورق آنحضرتؐ ہر کام میں صحابہ کے شریک ہوتے ص۱۲
- مناجات ص۱۶
- حضرت مسیح موعودؑ پر مقدمہ اقدام قتل پس منظر اور باعزت بریت ص۱۸
- صاف باطن ۔ وفادار ۔ حضرت میاں محمد خان .... کپورتھلہ ص۲۹
- صحت برقرار رکھنے کے طریقے ص۴۱

جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۸

شرح چندہ

پاکستان : ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ : چھ روپے

اداریہ

۱۸۹۷ء — ۱۹۹۷ء

آسمانی تائید و نصرت کے ایمان افروز نظارے

۱۸۹۷ء عیسائیت کی زبردست یلغار کا ایک تاریخی سال تھا جب صلیبی غلبہ اپنے انتہائی عروج پر تھا۔ امریکہ کے ڈاکٹر جان ہنری بیروز نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں لیکچر دیئے جن میں عیسائیت کے غلبہ و استیلاء کا بڑے فخریہ انداز میں ذکر کیا اور کہا کہ "آسمانی بادشاہت پورے کرۂ ارض پر محیط ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ کہ دنیائے عیسائیت کا عروج اس درجہ زندہ حقیقت کی صورت اختیار کر چکا ہے کہ یہ عروج اُسے اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا تھا"۔ پھر صلیب کے یہ علمبردار یہ اُمیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ "صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکّہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا"۔

یہ وہ عزائم اور ارادے تھے جو مسیحی دُنیا لے کر اُٹھی اور جس کے مقابل پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام آئے۔ آپ نے فرمایا:۔

"یہ لوگ سچے خدا سے بالکل غافل ہیں ایک عاجز انسان کو.... ناحق خدا بنا رکھا ہے.... ان کو سچے خدا کی محبت نہیں بلکہ اس سچے خدا کی معرفت بھی نہیں۔" (سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب)

کاسرِ صلیب سیدنا حضرت بانی سلسلہ نے ۱۸۹۷ء میں ہی خدا سے الہام پا کر یہ اعلان فرمایا:۔

"وہ وقت قریب ہے کہ خُدا کی سچّی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے"۔ (الاشتہار مستیقنًا بوحی اللہ القہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ششم)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو اس سال الہام الٰہی سے دین حق کی فتح و کامرانی کی خبریں دی گئیں جبکہ عیسائیت کی طرف سے ناکام کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے گئے یہاں تک کہ حضرت اقدس پر مقدمہ اقدام قتل بھی قائم کیا گیا اس طرح ۱۸۹۷ء کو عیسائیت کے مقابل پر ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوئی اور پھر بہت جلد عیسائی دنیا کے عین قلب میں خدا کی سچی توحید کا جھنڈا لہرایا گیا اور جہاں اب ۱۹۹۷ء کے جلسہ سالانہ نے عالمگیر اجتماعیت کا حسین منظر پیش کیا۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے اس جلسہ سالانہ میں ۹۶ ممالک کی ۲۲۱ قوموں کے ۳۰ لاکھ سے زائد افراد نے حضرت خلیفۃ المسیح

الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ عالمگیر جماعت احمدیہ کے لئے یہ سال مبارک ہے کہ جب ۱۸۹۷ء کے الٰہی نوشتے بڑی شان سے پورے ہو رہے ہیں۔ "مبارک ہو مبارک"۔

نومبائعین کی تربیت

یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب انسان غلط نظریات، طرز فکر اور فرسودہ رسم و رواج چھوڑ کر ہدایت کی راہ پاتا ہے تو وہ ایک نیا جنم لیتا ہے اس کی نشو و نما نوزائیدہ بچے کی طرح ہوتی ہے وہ خیالات یکدم زائل نہیں ہو جاتے جو مدتوں سے چلے آتے ہوں۔ ایمان و ایقان کی روشنی سے ہی ذہنوں میں جلا پیدا ہوتی ہے۔ اور روحانی قدریں پنپتی ہیں۔ اس عظیم مقصد کے لئے ایک لائحہ عمل چاہیئے جس سے نئے آنے والوں کے اخلاص اور قربانی کا معیار ترقی پذیر ہو۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر سال لاکھوں کی تعداد میں پھل حاصل ہو رہے ہیں۔ ۱۹۹۷ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ پر جماعت احمدیہ کا ہر فرد شاداں و فرحاں ہے کہ تیس لاکھ سے زائد افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور اس طرح يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا منظر دیکھا گیا۔ الحمد للہ

نومبائعین کا ہر سال اس کثرت سے الٰہی سلسلہ میں شامل ہونا تقاضا کرتا ہے کہ ان نئے آنیوالوں کی علمی عملی اور روحانی تربیت پر خاص توجہ دی جائے۔ چنانچہ ہمارے امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس بارہ میں توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"نومبائعین کا اب سلسلہ ایسا بڑھ چکا ہے کہ ان کے لئے ہمیں وسیع تر انتظامات کرنے ہوں گے اب انفرادی کوششوں پر انہیں چھوڑا نہیں جا سکتا اگر اتفاقات پر انہیں چھوڑ دیں گے۔ انفرادی کوششوں پر انہیں چھوڑ دیں گے تو ایک بھاری تعداد ان میں سے ایسی رہ جائیگی جن کو پوچھنے والا دیکھنے والا کوئی نہیں رہے گا..... یہ وہ لوگ ہیں جو ابتدائی دور میں اگر محبت پا لیں تو ہمیشہ کے لئے آپ کے ہو جائیں گے۔ اگر ابتدائی دور میں ان سے سرد مہری کا سلوک ہو اور ان کا کوئی نہ ہو جو انہیں اپنا سکے اور سینے سے لگا سکے تو بعید نہیں ہوتا کہ یہ لوگ آہستہ آہستہ سرک کر یا پیچھے ہٹ جائیں یا اپنی بے عملی کی سی حالت میں ٹھنڈے پڑ جائیں۔..... ان میں سے ایسے پیدا ہوں گے جو آگے بڑھ کر خدمت کرنے والے ہوں گے اور آنے والے وقتوں کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو یہ آپ سے شانہ بشانہ مل کر پورے کریں گے" (اقتباس از خطبہ ۳۰/۸/۹۶)

حضور کے ان قیمتی ارشادات کے مطابق نومبائعین کی تربیت ایک اہم ذمہ داری ہے جسے ادا کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔

امام الکلام

حقیقی توحید — اصل مدارِ نجات

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بُت ہو خواہ انسان ہو۔ خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر و فریب ہو مُنزّہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا کوئی رازق نہ ماننا۔ کوئی مُعِزّ اور مُذِلّ خیال نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا اپنا تذلّل اسی سے خاص کرنا اپنی اُمیدیں اسی سے خاص کرنا اپنا خوف اسی سے خاص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر اس تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہو سکتی اوّل ذات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ اُس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیّت اور الوہیّت کی صفات بجز ذاتِ باری کسی میں قرار نہ دینا اور بظاہر ربّ الانواع یا فیض رسان نظر آتے ہیں۔ یہ اُسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنی محبّت وغیرہ شعارِ عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا اور اسی میں کھوئے جانا۔ سو اس توحید کو جو تینوں شعبوں پر مشتمل اور اصل مدارِ نجات ہے یہودی لوگ کھو بیٹھے تھے چنانچہ ان کی بدچلنیاں اس بات پر صاف گواہی دیتی تھیں کہ اُن کے لبوں پر خدا کے ماننے کا دعویٰ ہے مگر دل میں نہیں۔ جیسا کہ قرآن خود یہود و نصاریٰ کو ملزم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ لوگ توریت اور انجیل کو قائم کرتے تو آسمانی رزق بھی انہیں ملتا اور زمینی بھی۔ یعنی آسمانی خوارق عادت اور قبولیّت دُعا اور کشوف اور الہامات جو مومن کی نشانیاں ہیں ان میں پائی جاتیں۔ جو آسمانی رزق ہے اور زمینی رزق بھی ملتا۔ مگر وہ اب آسمانی رزق سے بکلّی بے نصیب ہیں اور زمین کا رزق بھی بوجہ حق ہو کر نہیں بلکہ رُدبہ دُنیا ہو کر حاصل کرتے ہیں۔ سو دونوں رزقوں سے محروم ہیں۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۹/۳۵۰)

کلام الامام

راہنمائی خُدا کی طرف سے آتی ہے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... اپنے خطبہ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۵ء میں فرماتے ہیں :۔

"...... روحانی ترقیات کی غرض خدا تعالیٰ سے قرب اور اس سے وصال ہے اور چونکہ خدا کی ذات غیر محدود ہے اور اس کے غیر محدود ہونے کے سبب ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ فلاں کا فلاں مقام ہے اور فلاں کا فلاں حتیٰ کہ مقامات کے لحاظ سے صوفیاء نے لکھا ہے کہ مرید کو پیر کے مقام کا پتہ نہیں ہوتا اور پیر کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ مرید کا کیا مقام ہے اور یہی نہیں بلکہ خود اسے اس سے آگے بھی کچھ پتہ نہیں ہوتا .... پس جب ایک پیر اپنے متعلق بھی نہیں جانتا کہ آگے کونسا مقام ہے اور جب ایک نبی بھی نہیں جانتا کہ اس کے بعد کونسا مقام آنے والا ہے۔ جب ایک راہنما بھی نہیں جانتا کہ اس کے بعد مَیں نے کون سے مقام پر جانا ہے۔ جب ایک مجدد بھی نہیں جانتا کہ اب دوسرا کون سا مقام ہے تو وہ بھی کسی دوسرے کو کس طرح اگلے مقام کا پتہ بتا سکتے ہیں۔ صرف خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو ان مقامات کو جانتی ہے جو انسان کے آگے آنے والے ہوتے ہیں۔ اور وہی ان کیلئے ہدایت بھی کر سکتا ہے .... اور یہی وجہ ہے کہ عام لوگوں کے سوا صلحاء بلکہ مجددین بلکہ انبیاء کو بھی ہر قدم پر اھدنا الصراط المستقیم کہنا پڑتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ راہنمائی خدا کی طرف سے آتی ہے اور ایک شخص اسکی راہنمائی سے ہی ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچتا ہے۔ اسلئے ہر شخص کو خواہ وہ کتنے بڑے مقام پہ کیوں نہ ہو یہی کہنا پڑتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ الٰہی تو ہی راہنمائی فرما اور جو مقام ہمارے آگے ہے اس تک تو آپ ہی پہنچا۔ یہ تمام ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے متعلق بڑے سے بڑے انسان کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا ہے اور کیسی ہیں۔ مبہم غیر معین اور غیر محدود اشیاء کی طرح ہیں اور آئندہ ترقی کی بھی کوئی حد نہیں۔ انسان نہیں جانتا کہ اس قسم کی روحانی ترقیات کی آخر حد کونسی ہے سوائے اسکے جو مقامات اعلیٰ سے اعلیٰ ہیں ان میں سے سب سے بڑا مقام خدا تعالیٰ کے قرب کا ہے اور کوئی بات نہیں جس سے وہ اگلے مقام کا اندازہ لگا سکے۔ ایسے نازک موقع پر سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے آگے سر جھکا جائے اور اسی سے پوچھا جائے کہ اب آگے کہاں جائیں ....

.... اپنے فہم و فراست سے قربِ خُدا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہاں عقل کچھ نہیں کر سکتی علم کچھ نہیں کر سکتا فلسفہ کچھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ خالی شریعت بھی کچھ نہیں کر سکتی ہے اور نہ ہی ان پر بھروسہ کرنے سے کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر خدا کے آگے انسان گریہ زاری کرے اور اس کے آگے رو پڑے ...... تب وہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ایسے شخص کی رہنمائی فرماتا ہے اور اسے صراط مستقیم پر چلاتا ہے"

(خطباتِ جمعہ جلد ۹ صفحہ ۳۸۴ تا صفحہ ۳۸۶)

عربی منظوم کلام

فَسَلْهُمْ اَيْنَ آتَمُ فِي النَّصَارٰى ۔ اَرُوْنِيْ فِي الْجُمُوْعِ اَوِ الْعِيَالِ

پس ان سے پوچھ کہ عیسائیوں میں آتھم کہاں ہے؟ مجھے (وہ) مجمعوں میں یا (اس کے) کنبے میں دکھاؤ۔

اَمَا شَاهَتْ وُجُوْهُ الْمُنْكِرِيْنَا ۔ فَقُوْمُوْا وَاشْهَدُوْا لِلّٰهِ لَا لِيْ

کیا منکروں کے چہرے سیاہ نہیں ہوگئے؟ تم اُٹھو اور خدا کے لئے گواہی دو نہ کہ میرے لئے

سِهَامُ الْمَوْتِ مَا طَاشَتْ بِمَكْرٍ ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ يُخْزِيْ كُلَّ غَالِيْ

موت کے تیر کسی حیلے سے خطا نہیں گئے۔ اور خدا ہر غلو کرنے والے کو رُسوا کیا کرتا ہے

تَجَلّٰى صِدْقُنَا وَالصِّدْقُ يَجْلُوْ ۔ فَاَشْرَقْنَا كَاِشْرَاقِ اللَّآلِيْ

ہمارا صدق ظاہر ہوگیا اور سچائی ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔ سو ہم موتیوں کے چمکنے کی طرح روشن ہوگئے

وَلِيْ فِيْ حَضْرَةِ الْمَوْلٰى مَقَامٌ ۔ وَشَاْنٌ قَدْ تَبَاعَدَ مِنْ خَيَالِ

اور میرا، مولیٰ کریم کی جناب میں، ایک بلند مقام ہے۔ اور ایسی شان ہے کہ خیال سے بلند تر ہے۔

وَصَافَانِيْ وَ وَافَانِيْ حَبِيْبِيْ ۔ وَاَرْوَانِيْ بِكَاْسَاتِ الْوِصَالِ

میرے حبیب نے مجھ سے محبت کی اور وہ مجھے ملا اور مجھے وصال کے پیالوں سے سیراب کیا۔

اَرَانِي الْحُبُّ مَوْتِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ ۔ وَاَنْأٰى تُرْبَتِيْ فَبَدَا زُلَالِيْ

(خدا کی) محبت نے مجھے موت کے بعد موت دکھائی اور میری گرد کو (مجھ سے) دُور کر دیا ہے تو میرا آبِ زلال ظاہر ہوگیا

(انجام آتھم۔ رُوحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۸-۲۰۹)

فارسی منظوم کلام

رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم ⁂ کہ او مجدّدِ ایں دیں و راہنما باشد

مجھے غیب سے یہ خوشخبری ملی ہے کہ وہی ہوں جو اس دین کا مجدّد اور راہنما ہے

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بُود ⁂ ندائے فتحِ نمایاں بنامِ ما باشد

ہمارا جھنڈا ہر خوش قسمت انسان کی پناہ گاہ ہوگا۔ اور کھُلی کھُلی فتح کا شہرہ ہمارے نام پر ہوگا

گلے کہ رُوئے خزاں را گہے نخواہد دید ⁂ بباغِ ماست اگر قسمتت رسا باشد

وہ پھُول جو کبھی خزاں کا مُنہ نہ دیکھے گا وہ ہمارے باغ میں ہے اگر تیری قسمت یاور ہو

منم مسیح ببانگِ بلند مے گوئیم ⁂ منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

مَیں بلند آواز سے اعلان کرتا ہوں کہ مَیں ہی مسیح ہوں اور مَیں ہی اس بادشاہ کا خلیفہ ہوں جو آسمان پر ہے

مقدّر است کہ روزے بریں اَدیم زمین ⁂ ہزار ہا دلِ وجاں بر رہم فدا باشد

یہ مقدّر ہو چکا ہے کہ ایک دن اس روئے زمین پر ہزاروں دل وجان میری راہ پر قربان ہوں گے۔

زمینِ مُردہ ہمی خواست عیسوی انفاس ⁂ زوعظِ بے عملاں خود اثر کجا باشد

مُردہ زمین بھی دم عیسیٰ کو چاہتی ہے۔ جو آپ بے عمل ہوں ان کا اثر کہاں ہوتا ہے

کُشادہ اند درِ فضل گر کنوں نائی ⁂ ز نامساعدیٔ بختِ نارسا باشد

فضل کے دروازے کھولے گئے ہیں اگر تو اب بھی نہ آئے تو یہ تیری بدبختی کی نحوست ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۵ صـ ۱۳۲)

قرآن کریم کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے کوئی بھی ایسا نہ ہو ۔ جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے

قرآن کو اپنے گھروں پر غالب کردیں اپنے بچوں پر غالب کردیں

تعلیم القرآن کے سلسلہ میں حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے چند اہم ارشادات

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جولائی ۱۹۹۷ء میں **تلاوت قرآن کریم** کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"آغاز میں وہ برتن تو حاصل کریں جن کو بھرنا ہے۔ اور اکثر جگہ وہ برتن موجود نہیں یہ وہ فکر ہے جو اس سفر (کینڈا اور امریکہ کے سفر) کے دوران پہلے سے بہت بڑھ کر میرے سامنے ابھری۔ بھاری تعداد میں ایسے احمدی گھر ہیں جن کو روزانہ پانچ وقت نمازیں پڑھنے اور بچوں کو پڑھانے کی توفیق نہیں ملتی اور ایسے بھی ہیں جن کو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کی اور بچوں کو قرآن کریم کی تلاوت کروانے کی توفیق نہیں ملتی یہ وہ لوگ ہیں جن کے گھروں میں آسمانی دودھ کے نازل ہونے کیلئے برتن بھی موجود نہیں اگر برتن نہیں ہوگا تو بارش کے دوران آپ چلو بھر پانی پی کر پیاس تو بجھا سکتے ہیں۔ مگر جب بارش آگے گزر جائے اور ہر طرف خشکی ہو تو آپ کے پاس پیاس بجھانے کیلئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ پس نمازوں کا آغاز نمازوں کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے تلاوت کا آغاز تلاوت کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے اور برتنوں سے میری مراد یہ ہے کہ شروع کردیں تلاوت پھر رفتہ رفتہ علم بڑھائیں اور تلاوت کو معارف سے بھرنے کی کوشش کریں......... میں چاہتا ہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔ اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

تلاوت قرآن کریم کے ساتھ قرآن کریم کے معانی سمجھنے اور ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"ہر گھر والے کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن کریم کی طرف توجہ دے۔ قرآن کے معانی سمجھنے کی طرف توجہ دے۔ ایک بھی آپ کے گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کریم پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآن کریم کو پھر

مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہے اس کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ پس قرآن کریم کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے کوئی بھی ایسا نہ ہو جس کے پاس سوائے اس کے کہ شرعی عذر ہو۔ جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔ تمام بچوں کو اس کی عادت ڈالیں۔ دیکھیں بچے جب سکول کیلئے چلتے ہیں تو آپ کتنی محنت ان پر کرتے ہیں۔ مائیں دوڑتی پھرتی ہیں ناشتہ کرواؤ۔ منہ ہاتھ دھلاؤ۔ بستے ٹھیک کرو اور قرآن کریم کی طرف محنت نہیں۔ یہ ایک دن کا سفر ان کا سکول کی طرف ایسا ہے جس کی طرف آپ کی ساری توجہ مبذول ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کا سفر جس نے آئندہ کے سفر کی تیاری کرنی ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

قرآن کریم کے عرفان سے ہی بہتر رنگ میں تربیت ہو سکتی ہے جس کے لئے دعا اور کوشش کی ضرورت ہے۔ حضور انور نے خطبہ فرمودہ ۱۱ جولائی ۱۹۹۷ء میں فرمایا:۔

"آپ دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اگلے دو سال میں ضرور اللہ تعالیٰ ایسے حیرت انگیز نظارے دکھائے گا جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن ساری جماعت کو اس وقت کیلئے دعا کرنی چاہئے۔ کیونکہ جتنے زیادہ تیزی کے ساتھ احمدی پھیلیں گے اتنے ہی زیادہ خطرات ہیں اور ان کو سنبھالنے کا کام بہت اہم ہے۔ اس ضمن میں میں نے گزشتہ خطبے میں جماعت احمدیہ کینیڈا کو اور اس کی وساطت سے آپ سب کو نصیحت کی تھی کہ ساتھ ساتھ بعض بنیادی علمی کمزوریاں ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ان میں سے سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف توجہ ہے۔ جن گھروں میں باقاعدہ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت ترجمے کے ساتھ نہیں ہوتی اور ترجمے کے ساتھ قرآن کریم نہیں پڑھایا جاتا آپ بودی نسلیں آگے بھیجیں گے۔ نام کے احمدی رہیں گے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب تک رہیں اور کام کے کبھی بن بھی سکیں گے یا نہیں۔ مگر جن کو بچپن سے قرآن سکھایا جائے اور قرآن کا........ علم ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا قرآن باقی بستی پر غالب آیا کرتا ہے۔ قرآن کو اپنے گھروں پر غالب کر دیں اپنے بچوں پر غالب کر دیں۔ ہر بچے پر یہ فرض کر دیں کہ وہ قرآن کریم کو سوچے سمجھے اور روزانہ کچھ نہ کچھ اتنا ضرور قرآن کا عرفان حاصل کرے کہ اس کے نتیجے میں اس کی اپنی تربیت شروع ہو جائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ جولائی ۱۹۹۷ء)

قرآن کریم تقویٰ کے ذریعہ موجب ہدایت قرار پا سکتا ہے۔ اس بارہ میں حضور نے ارشاد فرمایا:۔

"وہ لوگ جو کلام الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں کچھ عرصے کے بعد قرآن کریم ان کو شک سے پاک دکھائی دینے لگتا ہے کیونکہ وہ محنت کرتے ہیں تقویٰ کے ساتھ۔ جہاں اور لوگوں کیلئے شک ہیں وہاں ان کے یہ شک دور

ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ سب اندھیروں کو قرآن کریم اجالوں میں بدلنے لگتا ہے۔ پھر خدا ایک حقیقت دکھائی دیتا ہے وہ غائب نہیں رہتا اس کے متعلق سارے شکوک قرآن کریم باطل فرما دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

"ایسے خدا کے مومن بندے جن کی شرائط یہ ہیں کہ قرآن کریم کو تقویٰ کے ساتھ پڑھتے ہیں یہاں تک کہ قرآن کریم ان کو ہدایت دینے لگتا ہے۔ جب قرآن ان کی ہدایت کا موجب بنتا ہے تو پھر انکو غیب پر سچا ایمان آتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو دکھائی نہیں دیتا اور خدا سے تعلق رکھنے والے جتنے غائب ہیں وہ سارے اسی ایک لفظ غیب میں شامل ہیں۔ حقیقی ایمان لے آتے ہیں۔ جب غیب پر حقیقی ایمان لاتے ہیں تو پھر ان کی نمازیں قائم ہوتی ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلہ میں ایک منظم پروگرام جاری کرنے کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"قرآن کریم سے محبت ایک ایسی چیز ہے جو نسلوں کو سنبھالے رکھتی ہے۔ پس بچپن ہی سے اس بات پر زور دیں یعنی آپ کے بچوں کا بچپن' آپ تو بڑے ہو چکے' آپ نے تو جس طرح بھی خدا نے چاہا یا آپ نے چاہا خدا کی مرضی کے مطابق یا اس کے خلاف زندگی بسر کر لی لیکن اگلی نسلیں آپ کی ذمہ داری ہیں۔ اور آئندہ صدی ان اگلی نسلوں کی ذمہ دار ہوگی۔ پس آج اگر آپ نے ان کو قرآن کریم پر قائم نہ کیا تو باقی ساری باتیں جو اس کے بعد بیان ہوئی ہیں ان میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ قرآن کریم پر زور دینا اور تلاوت سے اس کا آغاز کرنا بہت ہی اہم ہے۔ مگر تلاوت کے ساتھ ان نسلوں میں' ان قوموں میں جہاں عربی سے بہت ہی ناواقفیت ہے۔ ساتھ ترجمہ پڑھنا ضروری ہے۔ ترجمے کیلئے مختلف نظاموں کے تابع تربیتی انتظامات جاری ہیں۔ مگر بہت کم ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے جب میں ایسی رپورٹیں دیکھتا ہوں کہ ہم نے فلاں جگہ قرآن کریم کی کلاس جاری کی ہے۔ فلاں جگہ قرآن کریم کی کلاس جاری کی تو ہمیشہ تعجب سے دیکھتا ہوں اس کلاس سے سارا سال بھلا کتنوں نے فائدہ اٹھایا ہوگا اور جو فائدہ اٹھاتے بھی ہیں تو چند دن کے فائدے کے بعد پھر اس فائدہ کو زائل کرنے میں باقی وقت خرچ کر دیتے ہیں۔ وہی بچے جو کہ آپ نے قرآن کریم سکھانے کی کوشش کی چند دن بعد ان سے پوچھ کے دیکھیں کہ جو کچھ سیکھا تھا سب کچھ بھلا چکے ہوں گے۔ بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ ہماری جو بڑی نسل ہے اس نے قرآن کریم کی طرف پوری توجہ نہیں دی اور اکثر ہم میں بالغ مرد وہ ہیں جو دین سے محبت تو رکھتے ہیں لیکن ان کو یہ سلیقہ سکھایا نہیں گیا کہ قرآن سے محبت کے بغیر دین سے محبت رکھنا کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اس میں کوئی بھی حقیقت نہیں' وقتی طور پر فوائد تو ہیں لیکن ان فوائد کا اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ ان کی

دین سے محبت دین کیلئے وقت نکالنا' دین کیلئے محنت کرنا' ان کو گھیر کر قرآن کی طرف لے آئے۔ اگر یہ پیدا نہ ہو تو کوششیں بے کار ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کا پہلا تعارف ذالک الکتاب ہے۔ وہ کتاب جس کی قومیں انتظار کر رہی ہیں۔ جب سے دنیا بنی ہے اس کتاب کا انتظار تھا بنی آدم کو۔ اب جب یہ آگئی تو کتنے ہیں جو اس پر پیٹھ پھیر کے چلے جاتے ہیں۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ یہ رسول شکوہ کرے گا۔ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کر مہجور کی طرح چھوڑ دیا۔ پس آپ وہ قوم نہ بنیں جن سے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو شکوہ ہو۔ کہ اے خدا میری کہلانی والی' مراد کہلانے کا مضمون اس میں داخل ہے۔ کہلانے والی قوم نے اس قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ مہجور کی طرح چھوڑ کے چلی گئی۔ پس آج جماعت احمدیہ کینیڈا کی تربیت کی ایک ہی پہچان ہے۔ کیا آپ کے متعلق آنحضرت ﷺ کا یہ شکوہ جائز تو ہوگا شکوہ مگر آپ دل میں سوچ کے دیکھیں کہ یہ شکوہ آپ پر اطلاق پائے گا کہ نہیں۔ آپ میں سے کتنے ہیں جن کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ قیامت کے دن خدا کے حضور عرض کرسکتے ہیں کہ اے خدا یہ میری قوم ہے۔ جس نے قرآن کر مہجور کی طرح نہیں چھوڑا۔ پس بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور عبادت کی جان قرآن کریم ہے۔ عبادت سے پہلے بھی قرآن ہے' یعنی تہجد کے وقت بھی جتنی توفیق ملے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ قرآن کی تلاوت کیا کرو۔ اور عبادت کے دوران بھی تلاوت ہے اور عبادت کے بعد بھی تلاوت ہے۔ پس تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے۔ جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

براہ کرم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان ارشادات کی روشنی میں فوری طور پر مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کریں

ھدایات

۱۔ ہر ناصر اور اس کے گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد روزانہ باقاعدہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اور جس حصہ کی تلاوت کریں ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ بھی ضرور پڑھیں۔ ۲۔ چھوٹے بڑے اور مرد و زن ہر احمدی فرد کو قرآن کریم ناظرہ آنا چاہئے۔ ناظرہ نہ جاننے والے انصار کو بھی ناظرہ سکھانے کا اہتمام کیا جائے۔ ۳۔ ہر فرد قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کی کوشش کرے اس کے لئے مربیان اور معلمین سے استفادہ کیا جائے۔ ۴۔ ہر منگل اور بدھ کو شام سات بجے MTA پر حضور ایدہ اللہ کی جو ترجمہ القرآن کلاس ہوتی ہے چھوٹا بڑا ہر احمدی اس کلاس سے باقاعدگی سے استفادہ کرے۔ ۵۔ ہر ناصر کو قرآن کریم صحت کے ساتھ پڑھنا سکھا کر اس قابل بنایا جائے کہ وہ دوسروں کو صحت کے ساتھ سکھانے کے قابل ہو جائے۔

(قائد تعلیم القرآن انصار اللہ پاکستان ربوہ)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ورق

آنحضرتؐ ہر کام میں صحابہ کے شریک ہوتے

(اقتباس از سیرت النبی مولفہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.......)

"یہ بات تو تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ سے جو مخالفت مکہ والوں کو تھی اس کی نظیر دنیا کی کسی اور تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کی مخالفت اور ایذا رسانی کیلئے جو تدابیر انہوں نے کیں یا جو منصوبے انہوں نے باندھے وہ اپنی نظیر آپ ہی تھے اور کبھی کسی قوم نے دنیاوی مخالفت میں یا دینی عداوت میں کسی انسان کی بلاوجہ ایسی بد خواہی نہیں کی جیسی اہل مکہ نے آنحضرت سے کی مگر خدا تعالیٰ نے ہر میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی اور آپ ہر دشمن پر فاتح رہے۔

گو چھوٹے چھوٹے حملہ تو مدینہ میں آتے ہی شروع ہو گئے تھے مگر دراصل جنگوں کا ابتداء اب جنگ بدر سے ہی سمجھنا چاہئے کہ جس نے ایک طرف کفار کے بڑے بڑے سرداروں کو خاک میں ملا دیا اور دوسری طرف مسلمانوں پر ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ کی تائید انسان کو ہر مشکل سے سلامت نکال سکتی ہے اور دشمن خواہ کتنا ہی بہادر اور تعداد میں زیادہ ہو آسمانی تدابیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ قریش کو اپنے سرداروں کے مارنے جانے کا طیش ایک دم چین نہ لینے دیتا تھا اور وہ آئے دن مسلمانوں پر حملہ کرتے رہتے تھے جن میں سے مشہور حملہ احد کا بھی ہے۔ یہ حملے متواتر چھ سال تک ہوتے رہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جنگ بدر چھ سال تک متواتر جاری رہی اور اس کا خاتمہ احزاب پر ہوا جب کہ دشمن نے آخری مرتبہ حزیمت اٹھا کر پھر مسلمانوں کو دکھ دینے کا ارادہ نہ کیا بلکہ ناامیدی اور مایوسی کا شکار ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ہم مسلمانوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جنگ احزاب جس کا ذکر قرآن شریف میں بار بار آیا ہے ایک نہایت خطرناک جنگ تھی جس میں مسلمان ایسے مجبور ہوئے تھے کہ انہیں قضاء حاجت کیلئے باہر جانے کو بھی رستہ نہ ملتا تھا اور کفار نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور دس ہزار کا لشکر مرنے مارنے کے ارادہ سے مٹھی بھر مسلمانوں کے سامنے پڑا ہوا تھا جو مشکلات کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے۔

جب مسلمانوں کو اس لشکر کی آمد کی خبر ہوئی تو آنحضرتؐ نے سب صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت سلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسے موقع پر ہمارے ملک میں خندق کھود لیتے ہیں اور اس کے پیچھے بیٹھ کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ آپ نے یہ بات سن کر خندق کھودنے کا حکم دیا اور اسی وجہ سے جنگ احزاب کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔

چالیس چالیس ہاتھ زمین دس دس آدمیوں کو کھودنے کیلئے بانٹ دی گئی اور کام زور و شور سے جاری ہو گیا۔ مگر

آنحضرتؐ کہاں تھے؟ آپ بھی ان لوگوں میں کام کر رہے تھے جو ادھر سے ادھر مٹی ڈھو رہے تھے کیونکہ کچھ لوگ زمین کھودتے تھے اور کچھ وہاں سے مٹی اٹھا کر ایک طرف کر دیتے تھے حتی کہ آپ کا بدن مٹی سے بھر گیا تھا۔

حضرت براءؓ سے روایت ہے قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب ینقل التراب وقد واری التراب بیاض بطنہ وھو یقول

لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلّینا
فانزل السکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا
اِنَّ الاُلٰی قد بغوا علینا اذا ارادوفتنۃ ابینا

(بخاری جلد اول کتاب الجہاد باب حفر الخندق)

ترجمہ:۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو جنگ احزاب میں اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ بھی مٹی ڈھو رہے تھے اور آپ کے گورے گورے پیٹ پر مٹی پڑی ہوئی تھی اور آپ یہ فرماتے جاتے تھے الٰہی اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نمازیں پڑھتے۔ پس ہم پر اپنی طرف سے تسلی نازل فرما اور اگر جنگ پیش آئے تو ہمارے پاؤں کو ثبات دیجئے۔ وہ دشمن کے مقابلہ میں بالکل نہ ڈگمگائیں۔ الٰہی یہ کافر ہم پر ظلم اور زیادتی سے حملہ آور ہو گئے ہیں اور ہمارے خلاف انہوں نے بغاوت کی ہے کیونکہ جب انہوں نے ہمیں شرک و کفر میں مبتلا ہونے کی دعوت دی ہے ہم نے ان کی بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

اللہ اللہ وہ کیا ہی پیاری مٹی ہو گی جسے آپ اٹھاتے تھے اور وہ مٹی کروڑوں من سونے سے زیادہ قیمتی تھی جسے اٹھانے کیلئے خاتم النبیین کے ہاتھ اٹھتے تھے اور جسے آپ کے پیٹ پر گرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عذاب شدید کو دیکھ کر یقول الکافر یٰلیتنی کنتُ ترابًا کافر کہہ اٹھیں گے کہ کاش ہم مٹی ہوتے اور شریر و بدمعاش لوگ جب سزا پاتے ہیں تو ایسے ہی جملے کہا کرتے ہیں اور اپنی حالت پر افسوس ہی کیا کرتے ہیں مگر خدا گواہ ہے وہ مٹی جو آنحضرتؐ کے پیٹ پر گرتی تھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مٹی کو بھی عشق کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور لالچ کی نگاہیں ادھر پڑ رہی تھیں اسی لئے تو مدتوں کے بعد جب وہ جنگ احزاب کا ذکر فرماتے ہیں تو وہ مٹی جو آنحضرت کے جسم اطہر پر پڑتی تھی انکو یاد آ جاتی ہے۔

میں حیران ہوں کہ صحابہ کس محبت اور کس شوق سے اس وقت آنحضرتؐ کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ خدایا وہ مزدور کیسا ہوگا اور کس شان کا ہوگا جس کے سر پر نبوت کا تاج تھا اور دوش پر مٹی کا ڈھیر۔ صحابہ کے قدموں میں کیسی تیزی اور کیسی پھرتی پیدا ہو گئی ہوگی۔ ہر ایک ان میں سے اپنے دل میں کہتا ہوگا کہ خدا کیلئے جلد جلد اس مٹی کو صاف کر کے جس قدر ہو سکے آنحضرتؐ کا کام کم ہو اور وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر بوجھ اٹھاتے ہوں گے تاکہ جلد اس بوجھ کو ختم کریں اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام دیں۔

میری عقل چکراتی ہے جب میں صحابہ کے ان جذبات کا نقشہ اپنے دل میں کھینچتا ہوں جو اس وقت ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہوں گے۔ میری قوت متخیلہ پریشان ہو جاتی ہے جب میں ان خیالات پریشاں کو اپنے سامنے حاضر کرتا ہوں جو اس وقت صحابہ کے دل و دماغ میں گشت لگا رہے ہوں گے۔ اف ایک بجلی ایک سٹیم ہوگی جو اس وقت ان کے اندر کام کر رہی ہوگی۔ نہیں بجلی اور سٹیم کی کیا حقیقت ہے عشق کی گرمی ان سے کام لے رہی تھی اور وہ مٹی جو وہ اپنی گردنوں اور کندھوں پر رکھتے تھے انہیں ہر ایک قسم کی نعمت سے زیادہ معلوم ہوتی تھی وہ بوجھ انہیں سب غموں سے چھڑا رہا تھا اور وہ مٹی انہیں ہیروں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتی تھی جسے نبیوں کے سرتاج کے کندھوں پر رکھے جانے کا فخر حاصل تھا۔

کیا کوئی مسلمان بادشاہ ایسا ہے جسے اس مٹی کے اٹھانے میں عذر ہو! نہیں اس وقت کے اسلام سے غافل بادشاہ بھی اسے اٹھانے میں فخر سمجھیں گے پھر وہ نیکوکار گروہ اسے اپنی کیسی کچھ عزت نہ خیال کرتا ہوگا۔

اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ آنحضرتؐ ان کو ایک گھوڑے پر کھڑے ہوئے حکم نہیں دے رہے تھے بلکہ دوسروں کو حکم دینے سے پہلے آپ خود اپنے کندھوں پر مٹی کا ڈھیر رکھتے تھے پھر جو لوگ اپنے محبوب و آقا کو مٹی ڈھوتے دیکھتے ہوں گے وہ جس شوق سے بھی اس کام کو کرتے بالکل مناسب اور بجا ہوتا۔ یہ ایک ایسی اعلیٰ تدبیر تھی جس سے اگر ایک طرف آنحضرتؐ کی محبت الٰہی ظاہر ہوتی ہے تو دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ فطرت انسانی کو خوب سمجھتے تھے اور آپ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر ماتحتوں میں روح پھونکنی ہو تو اس کا ایک ہی گر ہے کہ خود ان کے ساتھ مل کر کام کرو پھر ان میں خود بخود جوش پیدا ہو جائے گا اور اس طرح آپ نے ایک ناقابل فتح لشکر تیار کر دیا جو ہر زمانے کے لئے مایہ ناز ہے۔

اس حدیث سے ہمیں کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں اول تو یہ کہ آنحضرتؐ نے صرف ایک دفعہ ہی صحابہ کے ساتھ مل کر کام نہیں کیا بلکہ ہمیشہ کرتے تھے۔ کیونکہ پہلا واقعہ (تعمیر مسجد نبوی۔ ناقل) جو میں نے بیان کیا ہے وہ آپ کی مدنی زندگی کا ابتدائی واقعہ ہے اور یہ چھ سال بعد کا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کی عادت تھی کہ کوئی کام کسی کو نہ دیتے مگر خود اس میں شامل ہوتے تاکہ خود بھی ثواب سے حصہ لیں اور دوسروں کو اور بھی رغبت اور شوق پیدا ہو کہ جب ہمارا آقا خود شامل ہے تو ہمیں اس کام سے کیا عار ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انہیں چستی سے کام کرنے کی عادت ہو اور وہ آپ کے شمول کی وجہ سے جس تیزی سے کام کرتے ہوں گے اسے ان کی عادت میں داخل کر دیا جائے۔

دوسرے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس وقت آپ مدینہ تشریف لائے تھے اس وقت آپ بالکل نووارد تھے اور ابھی آپ کی حکومت قائم نہ ہوئی تھی اور گو سینکڑوں جاں نثار موجود تھے جو اپنی جان قربان کرنے کیلئے حاضر تھے مگر پھر بھی دنیا کے لحاظ سے آپ کے ماتحت کوئی علاقہ نہ تھا مگر غزوہ احزاب کے وقت گو آپ کے لشکر کی تعداد کم تھی مگر بارہا کھلے میدانوں میں کفار کو شکست دے چکے تھے یہودیوں کے دو قبیلے جلاوطن ہو کر ان کے املاک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی تھیں۔ مدینہ اور

اس کے گردو نواح میں آپ کی حکومت قائم ہو گئی تھی بقیہ یہودی معاہدہ کی رو سے مسلمانوں سے دب کر صلح کر چکے تھے اس لئے اب آپ کی پہلی حالت اور اس حالت میں بہت فرق تھا اور اب آپ ایک ملک کے حاکم یا بادشاہ تھے۔ پس اس وقت آپ کا صحابہ کے ساتھ مل کر کام کرنا جب کہ آپ کی عمر بھی چھپن سال کی ہو چکی تھی ایک اور ہی شان رکھتا ہے اور یہ واقعہ پہلے واقعہ سے بھی زیادہ شاندار ہے۔

اس واقعہ سے اس بات کی بھی مزید تائید ہو جاتی ہے کہ آپ کسی وقت نصیحت سے غافل نہ ہوتے تھے کیونکہ اب بھی آپ نے جو شعر پڑھنے کیلئے چنے ہیں وہ ایسے بامحل ہیں کہ ان میں مسلمانوں کو اپنے کام میں دل لگانے کیلئے ہزاروں ترغیبیں دی ہیں۔ کس طرح انہیں اللہ تعالیٰ کا احسان بتایا ہے کہ یہ خدا کا ہی فضل ہے کہ تم مسلمان ہوئے اور خدا تعالیٰ پر احسان نہ جتانا کہ اس کے دین میں کوشش کر رہے ہو بلکہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اسلام کی توفیق دی اور تمہیں ہدایت کی راہوں پر چلایا۔ پھر کس طرح اشارہ فرمایا کہ یہ جنگ کوئی دنیاوی جنگ نہیں بلکہ ایک مذہبی جنگ ہے اور اس کا اصل باعث کیا ہے؟ صرف یہ کہ ہم خدا کو کیوں مانتے ہیں۔ شرک کیوں نہیں کرتے اور کیوں کفار کی بات نہیں مان لیتے۔ اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ جنگ کی ابتداء کفار کی طرف سے ہوتی ہے اور ہمارا کام تو یہی رہا ہے کہ ہم ان کی شرارتوں کے قبول کرنے سے انکار کرتے رہے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ یہ شعر کسی اور کے کہے ہوئے ہیں اور آپ شعر نہیں کہتے تھے مگر موقع پر ان شعروں کو چن لینا یہ بتاتا ہے کہ آپ کس طرح نصیحت کے پہلو کو ہمیشہ اختیار کرتے تھے۔ عرب ایسے موقعوں پر شعر کہنے اور پڑھنے کے عادی ہیں اور صحابہ بھی شعر کہتے تھے مگر سب اشعار میں سے ان کو چن لینا یہ حکمت سے خالی نہ تھا اور واقعات بتا رہے ہیں کہ یہ انتخاب بے معنی نہ تھا بلکہ مسلمانوں کو بہت سے ضروری مسائل کی طرف متوجہ کرنا تھا۔

غرض کہ آنحضرت ؐ کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ خدا کی راہ میں ہر ایک کام میں صحابہ کے شریک رہتے تھے اور یہ بات دنیا کے کسی بادشاہ میں اس حد تک نہیں پائی جاتی۔

(سیرت النبی ؐ صفحہ ۱۸۸۔۱۹۵ ایڈیشن اول یکم دسمبر ۱۹۲۴ء)

تصحیح

انصاراللہ کے شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۹۰ء) کے صفحہ ۲ پر فارسی منظوم کلام کے شعر ۴ مصرعہ اوّل ع "متصف باہمہ صفاتِ کمال" میں "باہمہ" ہے۔ اسی طرح شعر ۵ کے مصرعہ اوّل "ہر یکے حال در ہمہ حال" میں "ہست" کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ مصرعہ یوں ہے:۔

"ہر یکے حال ہست در ہمہ حال"

قارئین تصحیح فرمالیں۔ ادارہ اس سہو پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

مناجات

(کلام حضرت سیّد میر محمد اسمٰعیل صاحب.....)

علاجِ دردِ دل تم ہو۔ ہمارے دلرُبا تُم ہو ؛؛ تمہارا مدّعا ہم ہیں۔ ہمارا مدّعا تم ہو
مری خوشبو۔ مرا نغمہ۔ مرے دل کی غذا تم ہو ؛؛ میری لذّت۔ میری راحت۔ میری جنّت شہا تم ہو
مرے دلبر مرے دلدار۔ گنجِ بے بہا تم ہو ؛؛ صنم تو سب ہی ناقص ہیں فقط کامل خدا تم ہو
مرے ہر درد کی، دکھ کی مصیبت کی دوا تم ہو ؛؛ رجا تم ہو۔ غنا تم ہو۔ شفا تم ہو۔ رضا تم ہو
جفائیں ہوں وفا تم ہو۔ دعائیں ہوں عطا تم ہو ؛؛ طلب میں ہوں۔ سخا تم ہو۔ غرض میرے پیا تم ہو
مرا دن تم سے جگمگ ہے۔ مری شب تم سے ہے جھم جھم ؛؛ مرے شمس الضحٰی تم ہو۔ مرے بدر الدجٰی تم ہو
سجھائی کچھ نہیں دیتا تمہارا گر نہ ہو جلوہ ؛؛ کہ دل کی روشنی تم ہو اور آنکھوں کی ضیا تم ہو
"ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی" ؛؛ وہ علّام الغیوب اور واقفِ سِرّ و خفا تم ہو
بہت صیقل کیا ہم نے جلا دیتے رہے ہر دم ؛؛ کہ تا اس دل کے آئینے میں میرے رُو نما تم ہو
کہاں جائیں۔ کدھر دوڑیں کسے پوچھیں کہاں پہنچیں ؛؛ بھٹکتوں کو سنبھالو۔ ہادیٔ راہِ ہدیٰ تم ہو
تم ہی مخفی ہو ہر شے میں۔ تم ہی ظاہر ہو ہر شے میں ؛؛ ازل کی ابتداء تم ہو۔ ابد کی انتہا تم ہو
اَلَسْتُ پشتِ آدم میں کہا تھا جس کو وہ میں تھا ؛؛ سُنا قولِ بلیٰ جس نے۔ وہ میرے رَبُّنَا تم ہو

تباہی سے بچا کر گود میں اپنی مجھے لے لو ؛ کہ فانی ہے یہ سب دنیا بس اک روحِ بقا تم ہو

مَیں شاکر گر ہوں نعمت کا تو صابر بھی مصیبت پر ؛ کہ اُلفت کی جزا تم ہو محبت کی سزا تم ہو

ہر اک خوبی مری فیضِ خداوندی کا پرتَو ہے ؛ خرد حکمت بصیرت معرفت ذہنِ رسا تم ہو

ترا ہر جا کہ مے بینم رُخِ جاناں نظر آید ؛ حیاتِ جسم۔ نُورِ رُوح۔ عالَم کی ضِیا تم ہو

لگایا عشق ہم سے خود تو پھر ہم بھی لگے مرنے ؛ تمہارے مبتدا ہم تھے۔ ہمارے منتہا تم ہو

عنایت کی نظر ہو کچھ کہ اپنی ہے حقیقت کیا ؛ تمہاری خاکِ پا ہم ہیں۔ ہماری کیمیا تم ہو

بھنور میں میری کشتی ہے بچا لو غرق ہونے سے ؛ حوالے یہ خدا کے ہے اب اس کے ناخدا تم ہو

شبِ تاریک و بیمِ موج و گرداب چنیں ہائل ؛ مصائب خواہ کتنے ہوں۔ ہمارا آسرا تم ہو

ہر اک ذرّے میں جلوہ دیکھ کر کہتی ہیں یہ آنکھیں ؛ تم ہی تم ہو، تم ہی تم ہو۔ خُدا جانے کہ کیا تم ہو

نہ تم اس ہاتھ کو چھوڑو نہ ہم چھوڑیں گے دامن کو ؛ غلامِ میرزا ہم ہیں۔ خدائے میرزا تم ہو

الٰہی بخش دو میری خطائیں میری تقصیریں ؛ کہ غفار الذنوب اور ماحیٔ جرم و خطا تُم ہو

مناجاتیں تو لاکھوں تھیں مگر اِک جنبشِ سَر سے
پسند اس کو کیا جس نے۔ وہ میرے کبریا تُم ہو

(مطبوعہ الفضل ۲ فروری ۱۹۴۳ء)

حضرت مسیح موعودؑ پر مقدمہ اقدام قتل

پس منظر اور باعزت بریت

۷۔ اگست ۱۸۹۷ء تا ۲۳۔ اگست ۱۸۹۷ء

عیسائی پادری عبد اللہ آتھم سے مباحثہ (جنگ مقدس) اور ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کا کردار۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کا مقدمہ اقدام قتل ۔ حضرت اقدس ؑ کی بریت اور آسمانی تائید و نصرت

تحریر:۔ مرزا خلیل احمد قمر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ میں دو اہم واقعات ایک خاص شخصیت سے منسلک نظر آتے ہیں یعنی جنگ مقدس (مباحثہ حضرت اقدس و پادری عبد اللہ آتھم ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء تا ۵ جون ۱۸۹۳ء) اور دوسرا حضرت اقدس علیہ السلام پر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کی طرف سے اقدام قتل کا مقدمہ۔ ۷۔ اگست ۱۸۹۷ء تا ۲۳۔ اگست ۱۸۹۷ء۔ ان اہم واقعات کو کوئی مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ یہ دونوں واقعات جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تائید الٰہی کا عظیم ثبوت ہیں۔ ایک شخصیت ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے گرد گھومتے ہیں ان دونوں تاریخی اہمیت کے حامل واقعات کا محرک اور بانی مبانی بھی یہی شخص تھا۔ ذیل میں اس کے حالات اور احمدیت کے خلاف اس کا بغض تعصب اور مخالفت کو اختصار سے پیش کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کا تعارف:۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ انگریز ہونگے ایسا نہیں ہے بعض لوگوں نے ان کے انگریزی نام اور ان کی سرخ و سفید رنگت سے انہیں یورپین سمجھا ہے۔ ان کا لب و لہجہ ان کی شکل و صورت ان کے پٹھان

ہونے کو ظاہر کرتی تھی۔

ہنری مارٹن کلارک دراصل ایک سرحدی پٹھان تھا۔ یہ بچپن میں عیسائیوں کے ہاتھ آگیا اور انہی کے زیر اثر تعلیم و تربیت ہوئی۔ ریونیڈ رابرٹ نے جو بوڑھے پادری کلارک کے نام سے جانے جاتے تھے اس سرحدی مسلمان بچے کو اپنا لے پالک بیٹا بنالیا۔ اور اس کو اپنے والد کا نام دے کر ہنری مارٹن کلارک بنا دیا۔

پادری رابرٹ کلارک نے ۱۸۵۰ء میں ٹرینٹی کالج سے اعزاز کے ساتھ گریجویشن کی یہ کیمبرج یونیورسٹی کے ۲۸ ویں رینگلر تھے۔ ۱۸۵۱ء میں امرتسر مشن سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور ۱۶۔ مئی ۱۹۰۰ء کو انگلستان میں وفات پائی۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے ۱۲۔ اگست ۱۸۹۷ء کو عدالت میں بیان دیتے ہوئے تسلیم کیا کہ "میں اپنے اصل باپ کا نام نہیں جانتا میں ہمیشہ سے عیسائی رہا ہوں" ہنری کے علاوہ اور بھی کئی پٹھان امرتسر مشن سے وابستہ تھے اس سلسلہ میں احمدیت کے مورخ ایڈیٹر الحکم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی....... بیان فرماتے ہیں۔

"ہنری مارٹن کلارک دراصل ایک سرحدی یتیم مسلمان تھا۔ جس طرح مسٹر واربرٹن پنجاب پولیس میں افسر تھے یہ دونوں بچپن میں عیسائیوں کے ہاتھ آگئے ہنری مارٹن کلارک کی شکل و صورت اور لب ولہجہ پٹھانوں کا سا تھا۔ اور بھی چند پٹھان اس مشن سے وابستہ تھے اور ضلع امرتسر کے مختلف مشنوں میں جو مسلمان مشن کا کام کرتے تھے۔ مجھے ان سب سے بے تکلفی تھی۔" (حیات احمد عہد جدید: جلد دوم صفحہ ۳۴۰)

پادری کلارک نے ہنری کی اپنے بیٹے کی طرح پرورش اور تعلیم و تربیت کی اور اس کی تعلیم پر کافی روپیہ خرچ کیا یہاں تک کہ ہنری مارٹن کلارک نے کئی سال انگلستان میں رہ کر اڈنبرا یونیورسٹی میں اعلیٰ درجہ میں طب کی ڈگری حاصل کی اور واپس ہندوستان بوڑھے کلارک کے پاس امرتسر آگیا اور مشن کی سرگرمیوں میں اپنے منہ بولے باپ (Adopted Father) کا ہاتھ بٹانے لگا۔ پادری کلارک نے اس ہونہار لڑکے کی مشن کیلئے پر خلوص وابستگی اور عیسائیت کی اشاعت کی لگن کو دیکھتے ہوئے اپنی جگہ ہنری مارٹن کلارک کو امرتسر مشن کا انچارج بنا دیا۔ یوں امرتسر مشن جس کا آغاز ۱۸۵۱ء میں پادری کلارک نے کیا اس کو ۱۸۸۲ء میں اپنے منہ بولے بیٹے کے سپرد کر دیا اور امرتسر مشن کے ساتھ کلارک کا نام وابستہ ہو کر رہ گیا۔

معروف مسیحی سکالر پادری برکت اللہ ایم اے ڈاکٹر ہنری مارٹن کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

۱۸۵۷ء کے فساد کے ایام میں ایک افغان خاتون کابل سے پشاور آئی۔ جب وہ پشاور کے دروازہ پر پہنچی تو اس کی اجل آگئی۔ مسز کلارک (رابرٹ کلارک) نے اس کا چھوٹا بچہ لے لیا اور اپنا لے پالک بیٹا بنا کر اس کا نام ہنری مارٹن رکھا۔ بچہ کی مادری زبان فارسی تھی۔ پشاور میں وہ پنجابی اور پشتو بھی بولنے لگ گیا۔ جب وہ بڑا ہوا تو کلارک نے اس کو سکاٹ لینڈ کے شہر اڈنبرا میں جارج واٹسن سکول میں داخل کر دیا...... ۱۸۸۱ء میں اس نے ایم ڈی کی ڈگری حاصل کی اور اگلے سال چرچ مشن نے اس کو امرتسر کا میڈیکل مشنری مقرر کر دیا....... ہنری مارٹن کلارک نہ صرف ایک قابل ڈاکٹر تھا بلکہ وہ زبردست زبان

دان اور مصنف بھی تھا۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس کی زیر نگرانی بھائی میاسنگھ کی ڈکشنری شائع کی...... پادری پنڈت کھڑک سنگھ کے ساتھ مل کر اس نے کتاب "آریہ سماج کی تعلیم کے اصول" لکھی جو انگریزی' ہندی' اردو اور پنجابی میں چھپ گئی۔

ہنری مارٹن کلارک ایک زبردست عالم اور نہایت جوشیلا مبلغ تھا وہ انگریزی' اردو اور پنجابی زبانوں میں فصیح البیان تھا اور جگہ جگہ دور دراز مقامات میں مسیحیت پر لیکچر دیا کرتا تھا۔ بالخصوص لاہور اور پشاور میں اس کو اکثر بولنے کی دعوت دی جاتی تھی۔ وہ قرآن و حدیث اور کتب فقہ وغیرہ سے بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ ڈپٹی عبداللہ آتھم اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان جو مباحثہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے ۵ جون تک ہوتا رہا وہ اس کے مکان کے احاطہ میں ہوا اور مسیحیوں کی طرف سے وہ صدر تھا۔ دوران مباحثہ جب ڈپٹی مرحوم بیمار ہو گئے تو ہنری مارٹن نے ان کی جگہ ۲۹ مئی کے روز مرزا جی سے مباحثہ کیا اور اس روز اس کی جگہ پادری احسان اللہ صدر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر عماد الدین کے ساتھ اس نے اسلام پر ایک رسالہ لکھا اور ہندوؤں کیلئے اس نے ویدوں کی تعلیم اور قربانی اور ویدوں کی ازلیت وغیرہ کتابیں لکھیں۔ (یوں لگتا ہے کہ مشن نے ڈاکٹر کلارک کے اس مقدمہ کو کوئی وقعت نہیں کیونکہ اس کی سوانح میں اس کارنامہ کا ذکر تک نہیں کیا۔ناقل)

(صلیب کے علمبردار صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۲ مصنفہ پادری برکت اللہ ایم۔ شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور ۱۹۵۷)

مشن کی تاریخ میں مسٹر کلارک کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

"۱۹۰۵ء میں ہنری مارٹن فارغ الخدمت ہو کر ایڈنبرا چلا گیا جہاں سے وہ سکاٹ لینڈ اور انگلینڈ کے مقامات میں لیکچر دیا کرتا تھا۔ بالآخر ۱۹۱۶ء میں اس کو فالج ہو گیا اور وہ اپنے نجات دہندہ کے پاس چلا گیا۔" (صلیب کے علمبردار صفحہ ۱۳۲)

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ایم۔ ڈی۔ سی۔ ایم۔ (ایڈنبرا) ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ ایس نے ۱۸۸۲ء میں بطور ڈاکٹر اپنی مشنری خدمات کا آغاز کیا اور پنڈدادنخان' سیالکوٹ اور امرتسر وغیرہ میں بطور ڈاکٹر وابستہ رہے۔ بچپن میں پادری کلارک کی زیر تربیت رہنے کی وجہ سے عیسائیت کی مذہبی تعلیم کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اسلام پر اعتراضات اسے ازبر تھے اور عیسائیت کے جوابات سے بھی وہ آگاہ تھا۔ اس لئے جہاں بھی رہے فروغ عیسائیت کی کوششوں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اور ان پڑھ اور جاہل مسلمانوں کو عیسائیت کے جال میں پھنسانے میں ماہر تھے۔ خاص طور پر نیم مذہبی اور دیہاتی ملاں ان کا شکار ہو جاتے تھے اور اپنے پیشہ کو مسلمانوں سے رابطے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ پنڈدادنخان میں آپ کی ملاقات حضرت حکیم مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول...... سے ہوئی تھی۔ ایک حافظ قرآن ڈاکٹر صاحب کا شکار تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... فرماتے ہیں۔

"میرا ایک ہم مکتب حافظ قرآن پیش امام تھا۔ وہ میرے سامنے تقدیر کا مسئلہ لے بیٹھا اور اس نے اس مسئلہ کو پیش کرنے میں بڑی شوخی سے گفتگو کی۔ میں حیران اس کے منہ کو دیکھتا رہا کہ فر فر بولتا تھا۔ حالانکہ مسجد کے ملا میں اس

قدر شوخی نہیں ہوتی۔ جب لوگ چلے گئے تو میں نے اس کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ حافظ صاحب مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ عیسائی ہو گئے۔ اس نے کہا عیسائی ہو گئے ہیں تو حرج ہی کیا ہے۔ میں نے کہا اپنے گرو سے ذرا مجھ کو بھی ملاؤ۔ چنانچہ وہ مجھ کو پنڈ دادنخان لے گیا...... میں نے پادری صاحب سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ لمبی بحث نہ کریں اپنے مذہب کا خلاصہ ہمارے مذہب کا خلاصہ اور صرف ایک اعتراض بطور خلاصہ پیش کریں۔ مگر پادری صاحب کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ میری بات کو ٹال کر ہمارے لئے چائے بسکٹ کا اہتمام کرنے لگے۔ میں نے کہا.......... آپ ہم سے گفتگو کریں۔ میں نے حافظ صاحب سے بھی کہا کہ تم اس کو اکساؤ چنانچہ حافظ صاحب...... نے بہت زور لگایا۔ مگر یہ تو آگے چلتا ہی نہیں یہ کہتا ہے کہ میں ان سے زبانی گفتگو نہ کروں گا۔ ہاں بعد میں اعتراضات لکھ کر بھجوا دوں گا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ جب تک ان کے اعتراضات ہمارے پاس پہنچیں اور ہماری طرف سے جواب نہ ہولے۔ اس وقت تک بپتسمہ نہ لیں۔ حافظ صاحب نے کہا ہاں یہ تو ضرور ہوگا۔ میں نے پادری صاحب سے بھی کہہ دیا کہ یہ ایسا کہتے ہیں انہوں نے کہا ہاں یہ مناسب ہے......... آخر اس پادری نے ایک بڑا طومار اعتراضوں کا لکھ کر بھیجا۔"

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۱۱۳)

اس سلسلہ میں خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمس........ لکھتے ہیں۔

"یاد رہے کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ہی تھے جنہوں نے ۷۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو حضرت خلیفہ المسیح الاول........ کی خدمت میں آٹھ سوالات بھیجے تھے جس کا جواب آپ نے ۱۸۸۸ء میں اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں دیا۔"

(دیباچہ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۸)

امرتسر مشن کی جنڈیالہ شاخ:۔

ہندوستان کو عیسائی ملک بنانے کیلئے عیسائی مشنری پنجاب کو ایک قدرتی BASE سمجھتے تھے اور امرتسر پنجاب کے مشنوں میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک جب ضلع امرتسر کے میڈیکل مشنری انچارج تھے۔ انہوں نے ۱۸۸۲ء میں امرتسر مشن کی شاخ جنڈیالہ میں بھی جاری کر دی تھی۔ جو عیسائیت کے فروغ کا نیا دروازہ ثابت ہوئی۔ عیسائی مناد جابجا وعظ کرنے لگے ان پڑھ اور معمولی مذہبی واقفیت رکھنے والے دیہاتی ان عیسائی منادوں کی باتوں میں آنے لگے جس سے بہت ہی تشویشناک صورت حال پیدا ہو گئی۔ جنڈیالہ کے مسلمانوں میں ایک بہت معمولی تعلیم رکھنے والے میاں محمد بخش پاندہ تھے۔ اس نے ان عیسائی منادوں کا مقابلہ کرنا شروع کیا اور اپنے بعض دوستوں کو عیسائیت پر اعتراض سکھائے تاکہ جنڈیالہ پر عیسائیوں کی تبلیغی یلغار کو کچھ تو روکا جا سکے۔ جنڈیالہ مشن میں عیسائیوں کا مقابلہ وہاں کی نوجوان مسلم پارٹی کرتی تھی۔ بات بڑھتی گئی مسلم نوجوانوں کا جرات اور حوصلہ بڑھا اور انہوں نے عیسائی منادوں کا پیچھا کرنا شروع کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جنڈیالہ کے

مسلمانوں اور مسیحی مناد وں میں گفتگو شروع ہو گئی اور میاں محمد بخش پاندہ کی زیر قیادت یہ پارٹی عیسائی منادوں کا مقابلہ کرتی۔

جنڈیالہ کے مقیم عیسائیوں نے جب اپنے مشن میں اس سد سکندری کو محسوس کیا تو انہوں نے سوچا کہ ایک عام مباحثہ ان سے کیا جاوے اور یہ تجویز مارٹن کلارک کے مشورہ سے قرار پائی۔ انہوں نے اتنا ہی سوچا تھا کہ اسلام پر اعتراض کئے جائیں گے اور لوگوں پر اثر ہوگا۔ اس منصوبہ کے تحت انہوں نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کی طرف سے ایک مکتوب مباحثہ کیلئے پاندہ محمد بخش صاحب کے نام لکھوایا (میاں محمد بخش صاحب پاندہ اس زمانہ میں متعارف علم بہی کھاتہ وغیرہ کے ماہر تھے اور اس پیشہ کے لوگ پاندہ کہلاتے تھے۔) (حیات احمد جلد چہارم صفحہ ۳۴۰-۳۴۱)

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے ذریعہ جنگ مقدس (مباحثہ) کی ابتداء

ڈاکٹر کلارک نے مسیحان جنڈیالہ کی طرف سے لکھا کہ:۔

"آپ خواہ خود یا اپنے ہم مذہبوں سے مصلحت کر کے ایک وقت مقرر کریں اور جس کسی بزرگ پر آپ کی تسلی ہو اسے طلب کریں اور ہم بھی وقت معین پر محفل شریف میں کسی اپنے کو پیش کریں گے کہ جلسہ اور فیصلہ امورات مذکورہ بالا کا بخوبی ہو جائے۔"

اور لکھا کہ:۔

"اگر صاحبان اہل اسلام ایسے مباحثہ میں شریک نہ ہونا چاہئیں تو آئندہ کو اپنے آپ کلام کو میدان گفتگو میں جولانی نہ دیں اور وقت منادی یا دیگر موقعوں پر حجت بے بنیاد و لاحاصل سے باز آکر خاموشی اختیار کریں۔"

(حجتہ الاسلام روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۶۰)

ڈاکٹر کلارک اور امرتسر و جنڈیالہ کے مسیحی سمجھتے تھے کہ کہ اس مباحثہ میں جنڈیالہ کے مسلمانوں کی طرف سے کوئی مولوی نہیں آئے گا اس لئے کہ جنڈیالہ کے مسلمانوں کی مالی حالت اس قدر کمزور تھی کہ وہ کسی مولوی کے مطالبات فیس ادا کرنے کے قابل نہیں تھے۔

مباحثہ کیلئے حضرت اقدس سے خط و کتابت:۔

میاں محمد بخش صاحب نے ۱۱ر اپریل ۱۸۹۳ء کو (معہ ڈاکٹر کلارک کا اشتہار) ایک خط حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ کی خدمت میں لکھا۔

"اہل اسلام جنڈیالہ اکثر کمزور اور مسکین ہیں اس لئے خدمت شریف عالی میں ملتمس ہوں کہ آنجناب للہ اہل اسلام جنڈیالہ کو امداد فرمائیں ورنہ اہل اسلام پر دھبہ آجائیگا۔"

جب کہ دوسرے مولویوں نے تو پانڈہ صاحب کو جواب دیا کہ ہمارے قیام و طعام اور سفر خرچ وغیرہ کا کیا انتظام ہوگا۔ مگر حضور اس خط کے ملنے پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک شکار بھیجا ہے اور میاں محمد بخش صاحب کو اس کا مناسب جواب دینے کے علاوہ آپ نے ایک خط ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو براہ راست مسیحان جنڈیالہ کے نام ڈاکٹر کلارک امرتسر کی معرفت بھیج دیا کہ:۔

"جنڈیالہ کے مسلمانوں کا ہم سے کچھ زیادہ حق نہیں بلکہ جس حالت میں خداوند کریم اور رحیم نے اس عاجز کو انہی کاموں کیلئے بھیجا ہے تو ایک سخت گناہ ہوگا کہ ایسے موقعہ پر خاموش رہوں۔ اس لئے میں آپ لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ اس کام کیلئے میں حاضر ہوں گا۔" (حجتہ الاسلام روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۶۱)

اس کے جواب میں جنڈیالہ کے عیسائیوں کی طرف سے ۱۸۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو ڈاکٹر مارٹن کلارک نے لکھا۔

"ہمارا دعویٰ نہ آپ سے' پر جنڈیالہ کے محمدیوں سے ہے ہم آپ کی دعوت قبول کرنے سے قاصر ہیں ان کی طرف ہم نے خط لکھا ہوا ہے اور تاحال جواب کے منتظر ہیں...... اگر وہ آپ کو تسلیم کر کے اس جنگ مقدس کیلئے اپنی طرف سے پیش کریں تو ہمارا کچھ عذر نہیں بلکہ عین خوشی ہے۔" (حجتہ الاسلام صفحہ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۶۴)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۳ اپریل کو اس خط کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو لکھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ جنڈیالہ میں کوئی مشہور اور نامی فاضل نہیں اور یہ آپ کی شان سے بھی بعید ہوگا کہ آپ عوام سے الجھتے پھریں اور اس عاجز کا حال آپ پر مخفی نہیں کہ آپ صاحبوں کے مقابلہ کیلئے...... دس سال سے میدان میں کھڑا ہوں۔ جنڈیالہ میں میری دانست میں ایک بھی نہیں جو میدان کا سپاہی تصور کیا جائے۔"

(حجتہ الاسلام روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۶۴)

پھر آپ نے واضح کر دیا کہ:۔

"یہ بحث صرف زمین تک محدود نہ رہے بلکہ آسمان بھی اس کے ساتھ شامل ہو اور مقابلہ صرف اس بات میں نہ ہو کہ روحانی زندگی اور آسمانی قبولیت اور روشن ضمیری کس مذہب میں ہے۔ اور میں اور میرا مقابل اپنی اپنی کتاب کی تاثیریں اپنے اپنے نفس میں ثابت کریں۔" (حجتہ الاسلام روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۶۶)

حضرت اقدس کا شرائط مباحثہ کیلئے وفد بھجوانا:۔

حضرت اقدس کا یہ خط ایک وفد لے کر گیا جو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی' حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی' منشی غلام قادر صاحب فصیح وغیرہ احباب پر مشتمل تھا۔ یہ وفد ڈاکٹر مارٹن کلارک کے پاس امرتسر پہنچا اور مباحثہ کی شرائط طے ہو جانے کے بعد فریقین کے دستخط ہو گئے۔ مباحثہ کی تاریخیں ۲۲ مئی تا ۵ جون ۱۸۹۳ء مقرر ہوئیں مسلمانوں کی طرف سے حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی اور عیسائیوں کی طرف سے عبداللہ آتھم

مناظر قرار پائے۔

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کا خط اور اس کا جواب:۔

۲۴۔ اپریل کو ڈاکٹر کلارک نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا:۔

"جناب نے جو مسلمانوں کی طرف سے مجھے مقابلہ کیلئے دعوت کی ہے اس کو میں بخوشی قبول کرتا ہوں آپ کی طرف سے مباحثہ اور شرائط ضروریہ کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ جناب کو بھی وہ انتظام اور شرائط منظور ہوں گے اس لئے مہربانی کر کے اپنی فرصت میں مجھے اطلاع بخشیں کہ آپ ان شرائط کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔"

آپ کا تابعدار۔ ایچ مارٹن کلارک ایم۔ ڈی۔ سی۔ ایم (ایڈنبرا) ایم۔ آر۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ ایس)

حضرت اقدس نے ۱۵۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو ڈاکٹر کلارک کو جواباً لکھا کہ:۔

"میں ان تمام شرائط کو منظور کرتا ہوں جن پر آپ کے اور میرے دوستوں کے دستخط ہو چکے ہیں۔"

(حجتہ الاسلام روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۶۹)

آپ نے یہ بھی لکھا کہ:۔

"اس مباحثہ کو دونوں مذہبوں میں فیصلہ کن بنانے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ چھ دن کے مباحثہ کے بعد ساتویں دن ایک روحانی مقابلہ بصورت مباہلہ کیا جائے اور فریقین مباہلہ یہ دعا کریں۔"

مباحثہ کی شرائط وغیرہ طے ہو چکیں لیکن پادری آتھم اور دیگر پادریوں کو ڈاکٹر کلارک کا حضرت اقدس سے مباحثہ منظور کر لینا پسند نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جب شیخ نور احمد صاحب اور مستری قطب الدین صاحب نے پادری عماد الدین صاحب سے دریافت کیا کہ

"کون سے پادری صاحب نے عیسائیوں کی طرف سے مناظرہ میں پیش ہونا ہے اور حضرت مرزا صاحب سے خط وکتابت شروع کر رکھی ہے کیا آپ اس مناظرہ میں بطور مناظر پیش ہوں گے تو انہوں نے کہا میں تو ایسے مناظروں کو فضول سمجھتا ہوں بھلا میں ایسا کیوں کرنے لگا۔ اس پر میں نے انکو جنڈیالہ کا واقعہ سنایا تو کہنے لگے ہنری مارٹن کلارک لونڈا ہو گا۔"

(رسالہ نور مصنفہ حضرت شیخ نور احمد صاحب..... صفحہ ۲۲)

"جب پادری عبداللہ آتھم نے ڈاکٹر کلارک سے کہا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا آسان نہیں اب یہ موقعہ اچھا ہاتھ آگیا ہے مرزا صاحب کو جواب دیدو اور ان مولویوں سے بے شک مباحثہ کر لو کوئی حرج نہیں۔"

(رسالہ نور مصنفہ حضرت شیخ نور احمد صاحب..... صفحہ ۲۵)

چنانچہ ڈاکٹر کلارک نے ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار نور افشاں میں شائع کیا۔ جس میں مسلمانان جنڈیالہ کو حضرت اقدس سے بدظن کرنے کی کوشش کی گئی اور مسلمانان جنڈیالہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا۔

"آپ ایک ایسے بزرگ کو مباحثہ کیلئے پیش کرتے ہیں جن کو ایک محمدی شخص تصور کرنا مشکل ہے۔ آپ کن خیالوں میں مبتلا ہو رہے ہیں کیا آپ نے وہ فتویٰ جو علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیانی کے حق میں شائع کئے ہیں نہیں دیکھے۔" (سچائی کا اظہار روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۷۳)

مگر جنڈیالہ کے مسلمانوں نے اس اشتہار سے ذرہ جنبش نہ کھائی اور میاں محمد بخش صاحب نے پادری صاحبان کو نہایت دندان شکن جواب دیا کہ:۔

"کوئی مذہب اختلاف سے خالی نہیں اور عیسائی بھی اس سے باہر نہیں اور ہم ایسے مولویوں کو خود مفسد سمجھتے ہیں جو ایک موید اسلام کو کافر ٹھہراتے ہیں۔" (سچائی کا اظہار روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۷۳)

حضرت اقدس مسیح موعود نے پادریوں پر واضح کر دیا کہ آپ کی تحریریں اور وعدے آپ کی منظور کردہ شرائط ہمارے پاس ہیں لہٰذا اب آپ کو یا تو بحث کرنا ہوگی یا شکست تسلیم کرنا ہوگی۔ اگر آپ دوسرے مولویوں سے بحث کرنا چاہتے ہیں تو پہلے منظور کردہ بحث میں اپنی شکست کا اخبارات میں اعلان کریں۔ آخر کار جب پادریوں کو فرار کی کوئی راہ دکھائی نہ دی تو بادل نخواستہ اس مباحثہ کا تلخ پیالہ پینا پڑا یہ مباحثہ ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر فریقین کی منظور شدہ شرائط کے مطابق ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ختم ہوا۔ اگر غور سے اس کا مطالعہ کیا جائے جو حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنی کتاب "حجتہ الاسلام" "سچائی کا اظہار" میں بیان فرمائی ہے تو واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ہی جنگ مقدس کا بانی مبانی تھا۔

جب شرائط ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کو امرتسر جنگ مقدس کا آغاز ہوا۔ (ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے اس مباحثہ کو خود ہی اپنے خط محررہ ۱۸۔ اپریل ۱۸۹۳ء میں "جنگ مقدس" قرار دیا اور ریورنڈر رابرٹ کلارک نے اپنی کتاب دی مشنز آف دی سی۔ ایم۔ ایس۔ ان پنجاب اینڈ سندھ (Missions of the V.C.M.S. in Pun jab and Sind) مطبوعہ سی۔ ایم۔ ایس لنڈن ۱۹۰۴ء میں اس مباحثہ کو The Great Controversy (The یعنی ایک عظیم الشان مباحثہ قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے صدر منشی غلام قادر صاحب فصیح اور عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے صدر کے فرائض سرانجام دیئے۔ یہ مباحثہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کی کوٹھی امرتسر میں ہوا۔

حضور کے معاونین کے طور پر حضرت مولانا نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول.....) مولانا سید محمد احسن صاحب اور شیخ اللہ دیا صاحب قرار پائے تھے۔ اور عیسائی مناظر آتھم کے معاون پادری جے ایل ٹھاکر داس، پادری عبداللہ اور پادری ٹامس ہاول صاحب قرار پائے۔

۲۲ مئی تا ۲۸ مئی عیسائی مناظر کے طور پر عبداللہ آتھم پیش ہوتے رہے۔ ۲۹ مئی کو ڈاکٹر مارٹن کلارک نے

اعلان کیا کہ مسٹر عبداللہ آتھم بیماری کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے اس لئے ان کی جگہ میں پیش ہوں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے ۶ بجکر ۱۶ منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور ۷ بجکر ۱۵ منٹ پر ختم کیا۔ دوبارہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے ۹ بجکر ۴۰ منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور ۱۰ بجکر ۳۵ منٹ پر ختم ہوا۔

دوران مباحثہ ڈاکٹر کلارک کا کردار:۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی...... لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر کلارک نے اس...... پیالے کو ٹلانے کی بہت کوشش کی اور بالآخر جب مباحثہ کا آغاز ہو گیا تو انہیں صاف طور پر نظر آ گیا کہ ہر نیا دن ان کی ناکامی کو روشن کر رہا ہے اور خود عیسائی اکابر پادری عمادالدین وغیرہ نے ان کو یقین دلایا کہ اس مباحثہ میں ہماری شکست یقینی ہے اور کسی طرح راہ فرار بھی نظر نہ آتی تھی۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب نے پہلے حصہ کے ختم ہونے پر ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء کو مسٹر آتھم کی بجائے خود مناظر کی حیثیت حاصل کرنے کی کوشش کی چنانچہ آتھم کو مریض قرار دیکر یہ چاہا کہ انکی بجائے خود ڈاکٹر صاحب مباحث ہوں۔ ان کو خیال تھا کہ حضرت اقدس اس تجویز کو تسلیم نہیں کریں گے اور آخر مباحثہ ختم ہو جائے گا اور چونکہ اس روز آخری پرچہ عیسائی صاحبان کا تھا جس کا جواب حضرت اقدس کو دینے کا موقعہ نہ ملے گا اور اس طرح پر فتح کا نقارہ بجا دیا جائے گا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ منصوبہ تو خوب سوچ سمجھ کر بنایا گیا تھا۔ مگر حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نور فراست عطا فرمایا تھا۔ اور آپ احقاق حق چاہتے تھے آپ نے اس تجویز کو بشرح صدر قبول کر لیا۔ اور پہلے ہی قدم پر ڈاکٹر صاحب کا منصوبہ خاک میں مل گیا...... آپ مناظرہ کی حیثیت میں فرش زمین پر آتھم کے مقام پر آبیٹھے............ غیر مہذب، طعن و استہزاء اور کلام میں سختی تا کہ ناراض ہو کر بطور احتجاج ہی مباحثہ بند ہو جائے یہ تمام منصوبے دھرے رہ گئے۔ حضرت اقدس نے ان کو اپنے دل کا بخار نکالنے کا پورا موقعہ دیا اور یہ موقعہ دینا ہی کلارک کو اپنی شکست کے فیصلہ پر خود دستخط کرنا تھا۔ اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسی روز ایک اشتہار جو گویا پہلے ہی سے تیار کر رکھا تھا عیسائیوں کی طرف سے شائع کر دیا اور اپنے خیال میں فتح کا ڈنکا بجا دیا۔ مگر اس پر ایک رات نہ گزری تھی کہ میاں محمد اسماعیل ساکن جنڈیالہ نے اس کا جواب شائع کر کے قلعی کھول دی۔" (حیات احمد عہد جدید جلد دوم صفحہ ۳۷۷)

میاں محمد اسماعیل ساکن جنڈیالہ نے عیسائیوں کی طرف سے شائع شدہ اشتہار "فتح کا ڈنکا" کے جواب میں ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار شائع کیا کہ:۔

"اب ۲۹ کے دن پھر جلسہ شروع ہوا اور جیسا کہ امید تھی مسٹر عبداللہ آتھم صاحب تو اپنی کوٹھی میں سر چھپائے بیٹھے رہے اور ان کی جگہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب پیش ہوئے جنہوں نے اپنی ذاتی لیاقت یا شہرت یا یوں کہو کہ

اپنی پوری سادگی اور بلاہت کے خوب ہی جوہر دکھائے اور سچ تو یہ ہے کہ جو کام ڈاکٹر صاحب نے کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ مسٹر عبداللہ آتھم سے ایسا ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ مسٹر موصوف کو پھر بھی اس قدر خرافات تولنے سے کچھ نہ کچھ شرم آ ہی جاتی اور وہ اس قدر بہتان اور سفید جھوٹ باندھنے میں کسی قدر حیا کو تو ضرور کام میں لاتے مگر ڈاکٹر صاحب کو اس کی کیا پرواہ تھی یہ انہیں کا دل گردہ تھا کہ اتنے بڑے مجمع میں اس طرح رو در رو بیٹھ کر انہوں نے اس قدر جھوٹ سے کام لیا مگر ایک بات ان کی تائید میں بھی ہے کہ ڈاکٹر صاحب ہی اس مباحثہ کے محرک و بانی ہوئے تھے۔ عجب نہیں کہ دیگر عیسائی پادریوں نے انہیں اس کاروائی پر سرزنش کی ہو۔ جس کا لازمی نتیجہ مسیحی دین کی قلعی کھلنا تھا۔ اب وہ چھیڑ تو بیٹھے ہی تھے۔ انہیں پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور بے چاروں نے ہاتھ پاؤں تو بہت مارے مگر رہائی نہ ہو سکی۔ اب اپنا گھر تو انہیں دو ہی دن میں نظر آ گیا اور دو ہی دن میں معلوم ہو گیا تھا کہ جس عمارت پر وہ ناز کر رہے ہیں اس کی بنا تو ریت پر ہے آج نہ گری کل گری۔"

(حیات احمد عہد جدید جلد دوم صفحہ ۳۸۱)

ایک ایمان افروز واقعہ:۔

مباحثہ کے دوران ہی ایک عجیب ایمان افروز واقعہ پیش آیا جس نے اپنوں اور بیگانوں کو حیران کر دیا۔ عیسائیوں نے آپ (حضرت اقدس مرزا صاحب) کو شرمندہ کرنے کیلئے یہ صورت نکالی کہ ایک دن چند لولے لنگڑے اور اندھے اکٹھے کر لئے اور کہا کہ آپ کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے ان پر ہاتھ پھیر کر اچھا کر دیں۔ مجلس میں ایک سناٹا چھا گیا اور مسلمان نہایت بے تابی سے انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں اور عیسائی اپنی اس کارروائی پر پھولے نہیں سماتے تھے۔ لیکن جب حضور نے اس مطالبہ کا جواب دیا تو ان کی فتح شکست سے بدل گئی۔ اور سب لوگ آپ کے جواب کی برجستگی اور معقولیت کے قائل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کے مریضوں کو اچھا کرنا انجیل میں لکھا ہے ہم تو اس کے قائل ہی نہیں۔ ہمارے نزدیک تو حضرت مسیح کے معجزات کا رنگ ہی اور ہے۔ یہ تو انجیل کا دعویٰ ہے کہ وہ ایسے بیماروں کو جسمانی رنگ میں اچھا کرتے تھے۔ لیکن اس انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تم میں رائی برابر بھی ایمان ہو گا تو تم مجھ سے بڑھ کر عجیب کام کر سکتے ہو۔ پس ان مریضوں کو پیش کرنا آپ لوگوں کا کام نہیں بلکہ ہمارا کام ہے اور اب میں ان مریضوں کو جو آپ نے نہایت مہربانی سے جمع کر لئے ہیں آپ کے سامنے پیش کر کے کہتا ہوں کہ براہ مہربانی انجیل کے حکم کے ماتحت اگر آپ لوگوں میں ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہے تو ان مریضوں پر ہاتھ پھیر کر کہیں کہ اچھے ہو جاؤ۔ اگر یہ اچھے ہو گئے تو ہم یقین کریں گے کہ آپ کا مذہب سچا ہے۔ حضرت اقدس کی طرف سے یہ برجستہ جواب سن کر پادریوں کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے جھٹ اشارہ کر کے ان لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۲۹۹)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی...... لکھتے ہیں:۔

"مباحثہ ختم ہو چکنے کے بعد مجھے بعض عیسائی صاحبان سے معلوم ہوا کہ اس تجویز کے پیش کرنے والوں ڈاکٹر کلارک پر پادری عماد الدین اور ٹھاکر داس صاحب نے بھی نکتہ چینی کی کہ ہم نے تو مباحثہ سے بھی روکا تھا پھر اس قسم کی خفیف حرکات سے مشن کو سخت نقصان پہنچایا۔" (حیات احمد عہد جدید جلد دوم صفحہ ۳۸۶)

تمام حالات کی تفصیل حضرت شیخ صاحب نے حیات احمد عہد جدید جلد دوم کے صفحہ ۳۲۹ تا ۳۹۹ بیان فرمائی ہے۔

اس کے بعد آخری پرچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان لکھوایا کہ:۔

"آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اسی نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔"

(جنگ مقدس روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۲۹۱۔ ۲۹۲)

الغرض یہ جنگ مقدس جو دجالی گروہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درمیان ہوئی اس نے صلیبی مذہب کو پاش پاش کر دیا اور دلائل و براہین کی رو سے دجال ہمیشہ کیلئے قتل کر دیا گیا۔

چائے کی دعوت اور حضرت اقدس کی غیرت ایمانی:۔

ڈاکٹر کلارک صاحب نے اسی روز چائے کی دعوت پیش کی مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس دعوت کو رد کر دیا اور فرمایا:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بے ادبی کرتے ہیں اور نعوذ باللہ آپ کو جھوٹا کہتے ہیں اور مجھے چائے کی دعوت دیتے ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا ہماری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھیں سوائے اس کے کہ ان کے غلط عقائد کی تردید کریں۔" (حیات احمد عہد جدید جلد دوم صفحہ ۳۹۴)

غرض آتھم پندرہ ماہ تک خوف میں مبتلا رہا اور اس نے توبہ کی اور رجوع کیا مگر دوسروں کے اکسانے پر کہا کہ اس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا پھر آپ نے تین ہزار روپے انعام کا اعلان فرمایا کہ وہ قسم کھاوے کہ اس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا مگر وہ قسم کھانے پر آمادہ نہ ہوا۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

ع مبارک وہ جو اب ایمان لایا

صاف باطن، وفادار۔ حضرت میاں محمد خان صاحب.....کپور تھلہ

(ایڈیٹر)

"حبی فی اللہ میاں محمد خاں صاحب نہایت درجہ کے غریب الطبع، صاف باطن، دقیق فہم، حق پسند ہیں اور جس قدر انہیں میری نسبت انہیں عقیدت و ارادت و محبت و نیک ظن ہے میں اس کا اندازہ نہیں کر سکتا......وہ سچے وفادار اور جان نثار اور مستقیم الاحوال ہیں۔ خدا ان کے ساتھ ہو۔" (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

حضرت (منشی) میاں محمد خان صاحب...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان سترہ رفقاء کبار میں سے تھے جن کا تعلق کپور تھلہ کی سرزمین سے ہے۔ ان پاک وجودوں نے امام آخر الزمان کی آواز پر لبیک کہا اور کپور تھلہ کو بھی ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید بنا دیا۔ اس طرح اس مٹی کو بھی تقدس حاصل ہوا۔ جہاں ایسے عشاق نے جنم لیا۔ وہ یقیناً صدق و وفا کے پیکر تھے اور احمدیت کا ایک عظیم سرمایہ۔

حضرت میاں محمد خان صاحب........ کے تفصیلی خاندانی اور ذاتی حالات تو نہیں مل سکے۔ تاہم تاریخ سلسلہ احمدیہ کے مطابق آپ ابتداء میں ہی یعنی پہلی بیعت لدھیانہ کے موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ حضرت اقدس کے ساتھ کئی بار ہم سفر بھی ہوئے۔ حضرت اقدس سے فیض صحبت کیلئے قادیان تشریف لے جاتے رہے۔ حضور کے کلمات طیبات قلمبند کرنے کی بھی آپ کو سعادت حاصل ہوئی۔ (چنانچہ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۵۹ پر اس کا ذکر بھی موجود ہے۔) آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی ۱۹۰۴ء میں وفات پا گئے۔

کپور تھلہ میں سکونت و ملازمت :-

حضرت شیخ محمد احمد مظہر..... نے مختصراً آپ کے حالات کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:-

"محمد خاں صاحب مرحوم ریاست کے ایک بڑے کارخانہ یعنی سرکاری اصطبل کے انچارج تھے اور تین چار سو آدمی ان کے ماتحت تھے سینکڑوں گاڑیاں اور گھوڑے تھے اور ان کے ملازم اس اصطبل کے متوسلین میں سے تھے۔"

(روایات حضرت منشی ظفر احمد...... صفحہ ۷)

مطالعہ براہین احمدیہ اور حضرت مسیح موعود سے تعلق کا آغاز

حضرت میاں محمد خان کو بھی اپنے دیگر احباب کپور تھلہ کے ساتھ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ سے حضرت اقدس کے ساتھ تعلق پیدا ہو گیا تھا اور یہی وہ زمانہ تھا جب آپ کو بھی قبول حق کی توفیق ملی اور آپ حضرت اقدس کے دلی محبوں میں شامل ہو گئے۔ حضرت شیخ محمد احمد مظہر...... فرماتے ہیں:۔

"جب براہین احمدیہ چھپی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کپور تھلہ میں مہتمم بندوبست تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کا نسخہ اپنے وطن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں لے گئے وہاں عندالملاقات والد صاحب کو وہ کتاب حاجی صاحب نے دیدی۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے اور براہین احمدیہ کو پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحب سے محبت ہو گئی اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپور تھلہ آگئے اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سنتے۔ منشی اروڑا خان صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا اور انہیں بھی محبت ہوئی۔" (روایات حضرت منشی ظفر احمد...... صفحہ ۱۳)

حضرت اقدس مسیح موعود کی بیعت کا شرف :۔

احباب کپور تھلہ کے دلی محبوں میں حضرت اقدس کی بیعت کرنے کا عزم و ارادہ تو بہت ابتداء سے تھا مگر اذن الٰہی کے بغیر حضرت اقدس بیعت لینے سے رکے رہے۔ بالآخر ۱۸۸۹ء کے ابتداء میں جب حضور نے بیعت لینے کا اعلان کیا تو اپنے ان پرانے محبوں کو بھی خط لکھا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہ ۱۸۸۴ء و ۱۸۸۵ء کا واقعہ ہے والد صاحب نے بہت دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں۔ لیکن حضور نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں ہے جب لدھیانہ سے حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو والد صاحب و محمد خاں صاحب اور منشی اروڑا خاں صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کے لئے کہا کرتے تھے مجھے اب اذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ احباب نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کی۔" (روایات حضرت منشی ظفر احمد..... صفحہ ۱۲)

حضرت شیخ محمد احمد مظہر...... بیان فرماتے ہیں:۔

"جب لدھیانہ سے حضرت صاحب نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو والد صاحب (حضرت منشی ظفر احمد....ناقل) نے منشی عبدالرحمٰن صاحب سے لدھیانہ چلنے کو کہا۔ منشی صاحب نے فرمایا کہ میں استخارہ کرلوں والد صاحب نے کہا تو تم استخارہ کرو ہم تو جاتے ہیں۔ منشی اروڑا صاحب، محمد خان صاحب اور والد صاحب یکے بعد دیگر لدھیانہ کو روانہ ہوگئے۔ پہلے منشی اروڑا خان صاحب نے بیعت کی بعد میں والد صاحب کے بیعت کرتے وقت حضرت صاحب نے دریافت فرمایا آپ کے رفیق کہاں ہیں؟

یہ رفیق کا لفظ بقول والد صاحب حضرت مسیح موعود مہدی معہود اکثر استعمال فرمایا کرتے تھے والد صاحب نے عرض کی کہ منشی اروڑا صاحب نے تو بیعت کر لی ہے اور محمد خاں صاحب غسل کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نہا کر بیعت کروں گا چنانچہ بعد میں محمد خاں صاحب نے بیعت کی......" (روایات حضرت منشی ظفر احمد...... صفحہ ۱۲)

حضرت شیخ صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"دیکھئے یہ اپنا رنگ اخلاص ہے۔ ایک وہ تھے جو فوراً چل پڑے ایک نے انتہائی ادب کے پیش نظر غسل کر کے بیعت کرنا چاہی۔ ایک نے استخارہ کو مقدم سمجھا۔ ہر ایک کا اخلاص اپنے ذوق کے مطابق ظاہر ہے اور کسی کو کسی پر ترجیح دینا مشکل۔ اسی قسم کا اختلاف ہے جو برکت کا موجب ہوتا ہے اور جس پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہو سکتی۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے"

(روایات حضرت منشی ظفر احمد...... صفحہ ۱۳)

اس زمانہ میں حضرت امام آخر الزمان مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہنے والے احمدی احباب کے مشاغل کے بارہ میں حضرت شیخ..... فرماتے ہیں۔

" والد صاحب اور منشی اروڑا صاحب، محمد خاں صاحب کے دفتر چلے جاتے۔ دوسرے احمدی احباب اپنے کاموں اور ملازمتوں سے فارغ ہو کر یہیں جمع ہوتے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر ہوتا یا آپ کی کوئی کتاب پڑھی جاتی۔ عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں یہیں ادا ہوتیں اور بہت رات گئے احباب اپنے گھروں کو جاتے۔ غرضیکہ یہ لوگ عشق و محبت کے بندے تھے اور آپس میں بے نظیر ہمدردی اور محبت رکھتے تھے اگر کسی دن کوئی شخص محفل میں شریک نہ ہوتا تو اس کے گھر پر جا کر خبر پرسی ہوتی......" (ایضاً صفحہ ۷)

حضرت اقدس علیہ السلام کی کتاب "ازالہ اوہام" آپ کا محبت بھرا ذکر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس سچے وفادار اور جاں نثار حضرت میاں محمد خاں...... کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حبی فی اللہ میاں محمد خاں صاحب ریاست کپور تھلہ میں نوکر ہیں۔ نہایت درجہ کے غریب طبع، صاف باطن، دقیق فہم، حق پسند ہیں اور جس قدر انہیں میری نسبت انہیں عقیدت و ارادت و محبت و نیک ظن ہے میں اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ مجھے ان کی نسبت یہ تردد نہیں کہ ان کے اس درجہ ارادت میں کبھی کچھ ظن پیدا ہو بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے وہ سچے وفادار اور جاں نثار اور مستقیم الاحوال ہیں خدا ان کے ساتھ ہو۔ ان کا نوجوان بھائی سردار علی خاں بھی میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہے۔ یہ لڑکا بھی اپنے بھائی کی طرح بہت

سعید و رشید ہے۔ خدا تعالیٰ ان کا محافظ ہو۔" (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۳۲)

آپ کے اخلاص اور جوش کا ذکر:۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے آپ کے اخلاص اور جوش کا ذکر کرتے ہوئے ایک موقعہ پر فرمایا:۔

"اسی لاہور میں ہی......... ایک شخص دوران تقریر میں عین بھری مجلس میں کھڑا ہوا اور منہ پر کھڑے ہو کر گالیاں سنائیں۔ میاں محمد خاں صاحب مرحوم جو کہ ہمارے بڑے مخلص اور محبت کرنے والے تھے ان کو جوش آگیا مگر ہم نے ان کو بند کر دیا کہ ہمارے اخلاق کے یہ امر برخلاف ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۷۸ نیا ایڈیشن)

الہام الٰہی میں آپ کی وفات اور اولاد کا ذکر

حضرت میاں محمد خاں صاحب کی وفات یکم جنوری ۱۹۰۴ء کو ہوئی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کا ایسا تعلق محبت و فدائیت تھا کہ حضرت اقدس کو آپ کی وفات کا الہام ہوا۔

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے محترم صاجزادہ مرزا اظہر احمد صاحب کے اعلان نکاح کا جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں حضرت میاں محمد خاں...... کے بارہ میں فرمایا:۔

(محترم صاجزادہ مرزا اظہر احمد صاحب کا نکاح محترمہ قیصرہ خانم سعید صاحبہ بنت خاں سعید خاں صاحب ابن کرنل اوصاف علی خاں صاحب سے ہوا۔ محترمہ قیصرہ خانم سعید صاحبہ حضرت خان عبدالمجید خاں ابن حضرت خان محمد خاں...... کپور تھلوی کی نواسی ہیں)

"خان محمد خاں صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پرانے (رفیق) تھے۔ آپ سلسلہ سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب وہ یکم جنوری ۱۹۰۴ء کو فوت ہوئے تو دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام...... صبح کی نماز کیلئے تشریف لائے اور فرمایا آج مجھے الہام ہوا ہے کہ:۔

"اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے"

حاضرین مجلس نے کہا کہ حضور کے اہل بیت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں پھر یہ الہام کس شخص کے متعلق ہے۔ آپ نے فرمایا خان محمد خان صاحب کپور تھلوی کل فوت ہو گئے ہیں اور یہ الہام مجھے انہی کے متعلق ہوا ہے گویا خدا تعالیٰ نے الہام میں انہیں اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔ پھر ان کے متعلق یہ بھی الہام ہوا۔

"اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا"

بہرحال ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعزیت کرنا اور یہ کہنا کہ اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ روحانی رنگ میں اہل بیت میں ہی شامل تھے......"

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۶۲۶۔۶۲۷ و مطبوعہ الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۔۴)

حضرت اقدس کے ایک رفیق حضرت مفتی فضل الرحمٰن...... کا ایک خط مورخہ ۵ جنوری ۱۹۰۵ء حضرت منشی اروڑا خان...... کے نام ہے اس میں بھی اس الہام کا ذکر ہے۔

"مکرمی منشی صاحب۔ السلام علیکم۔ خاکسار کل دو بجے یہاں پہنچا۔ حضور سے عرض کیا گیا فرمایا مجھے ۲ جنوری کو ایسی حالت طاری ہو گئی تھی جیسے کوئی نہایت عزیز مرجاتا ہے ساتھ ہی الہام ہوا اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا......" (الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۵ء)

"اولاد کے ساتھ نرم سلوک" کے بارہ میں حضرت اقدس کا الہام تذکرہ میں بھی درج ہے:۔

۱۹ ستمبر ۱۹۰۳ء "اولاد کے ساتھ ملائم سلوک کیا جائے گا" (تذکرہ صفحہ ۵۰۱)

نوٹ از حضرت عرفانی صاحب:۔ منشی محمد خان صاحب افسر بگھی خانہ تھے جب ان کی وفات ہوئی اس جگہ کیلئے کپور تھلہ کے کئی شخص امیدوار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ وحی بتا دیا تھا کہ اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا چنانچہ منشی محمد خاں صاحب کے فرزند اکبر منشی عبدالمجید خان صاحب افسر بگھی خانہ مقرر ہوئے اور بالآخر ترقی کرتے کرتے وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہوئے اور اسی عہدہ سے پنشن پائی۔" (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۶۲، ۶۵ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۵۰۱)

اس الہام الٰہی سے حضرت اقدس کے قلبی تعلق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جو حضرت میاں محمد خان صاحب کیلئے موجود تھا۔

آپ کی اولاد میں آپ کے فرزند خان عبدالمجید خان صاحب، برکت اللہ خاں صاحب، بشیر احمد خاں صاحب اور محمد ابراہیم خاں صاحب ہیں جو نہایت مخلص اور جاں نثار احمدی تھے۔

وعدہ معیت آخرت ۔ حضرت اقدس کا ایک خط :۔

حضرت حکیم مولانا نور الدین (خلیفۃ المسیح الاول......) نے بعض دوستوں کو غالباً کسی غفلت پر کچھ تنبیہ کے الفاظ تحریر فرمائے تھے۔ جن کو خان صاحب مرحوم نے اپنے متعلق گمان کیا۔ جب یہ بات حضرت اقدس تک پہنچی تو حضور نے اپنے دست مبارک سے حضرت میاں محمد خان...... کو حسب ذیل خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی مخلصی اخویم محمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زبانی اخویم منشی محمد اروڑا صاحب معلوم ہوا کہ آں محب نے حکیم مولوی نورالدین صاحب کی تحریر کو اپنی نسبت خیال کیا ہے مگر حاشاء وکلا ایسا نہیں ہے۔ آپ دلی دوست اور مخلص ہیں اور میں آپ کو اور اپنی تمام اس مخلص جماعت کو ایک وفادار اور صادق گروہ یقین رکھتا ہوں۔ اور مجھے آپ سے اور منشی اروڑا صاحب اور دوسرے کپور تھلہ کے دوستوں سے دلی محبت ہے پھر کیونکر ہو کہ ایسی جماعت کی نسبت کوئی ناگوار کلمہ منہ سے نکلے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے اور آپ ان دوستوں میں سے ہیں جو بہت ہی کم ہیں۔ آپ نے دلی محبت سے ساتھ کیا اور ہر ایک موقعہ پر صدق دکھلایا پھر کیونکر فراموش ہو سکتے ہیں۔ چاہیے کہ فرصت کے وقتوں میں ہمیشہ ملتے رہیں۔ باقی تمام احباب کو السلام علیکم

(خاکسار مرزا غلام احمد عفا اللہ عنہ ۲۷ جنوری ۱۸۹۴ء (بدر یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء) بحوالہ روایات حضرت منشی ظفر احمد...... صفحہ ۱۴۹)

اس مبارک خط کا ایک ایک لفظ حضرت میاں محمد خان...... اور دیگر احباب کپور تھلہ کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ کیا ہی وہ خوش قسمت جماعت تھی!

حضرت اقدس سے آپ کا محبت و اخلاص کا تعلق

حضرت میاں محمد خاں...... حضرت اقدس سے بے حد محبت و اخلاص کا تعلق رکھنے والے رفیق تھے اور یہ اخلاص و محبت ہمیشہ بڑھتا رہا۔ جس کا اظہار ہر آزمائش اور ابتلاء میں ہوا درج ذیل چند واقعات آپ کی سیرت کا حسین نقشہ پیش کرتے ہیں:-

بشیر اول کی وفات - جذبہ اخلاص کا اظہار :-

حضرت اقدس کے پہلے فرزند بشیر اول وفات پا گئے۔ (جنہیں حضرت اقدس نے اجتہاداً پسر موعود اور پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق سمجھا حضرت اقدس مسیح موعود نے حضرت حکیم مولانا نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول......) کو ایک مکتوب تحریر فرمایا تھا۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی...... فرماتے ہیں کہ "حضرت اقدس نے ایک نقل لودہانہ۔ کپور تھلہ کے احباب اور بعض اخص احباب کو روانہ فرمائی تھی...... اس مکتوب میں حضرت نے بعض احباب کے اخلاص خاص کا ذکر ان الفاظ میں

فرمایا ہے۔" (مکتوبات جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ ۳۸)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مکتوب میں بعض احباب کے اخلاص کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:۔

"..... بشیر در حقیقت ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا اور اس کی موت ان سچے مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہے جن کو اس کے مرنے پر محض للہ غم ہوا۔ یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ ہماری ساری اولاد مرجاتی اور بشیر جیتا رہتا تو ہمیں کچھ رنج نہ تھا......"

حضرت اقدس کے اس مکتوب میں مذکور جس جذبہ اخلاص کا ذکر کیا گیا ہے اس کا حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی...... نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"یہ بزرگ جس نے اس اخلاص کا اظہار کیا وہ حضرت منشی محمد خان صاحب افسر بگھی خانہ کپور تھلہ تھے۔"

آپ مزید فرماتے ہیں:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... ہمیشہ حضرت منشی محمد خان صاحب کے اس اخلاص پر رشک فرمایا کرتے تھے اور بار بار فرمایا کہ بشیر اول کی وفات پر جو شخص ہم سب سے آگے نکل گیا وہ محمد خان تھا۔ حقیقت میں یہ بڑا فضل اور بڑا کرم رب کریم کا ان پر تھا اور اس اخلاص و عقیدت کا ایک بین ثبوت دنیا نے دیکھ لیا کہ ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ کو بشارت دی کہ "اولاد سے نیک سلوک کیا جائے گا۔"

(مکتوبات جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ ۳۹)

اس مخلصانہ جذبہ محبت پر جو بشارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دی گئی تھی وہ نہایت واضح طور پر پوری ہوئی۔ آپ کے بیٹے حضرت خان صاحب عبدالمجید خان مخالف حالات کے باوجود حضرت میاں محمد خان......کی وفات کے بعد افسر بگھی خانہ تعینات کئے گئے پھر ترقی کرتے کرتے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور اسی عہدہ سے پنشن ہوئی۔

آپ کا عاشقانہ رنگ اور غیرت و حمیت :۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب....... فرماتے ہیں۔

"معمول تھا کہ اتوار کے روز تمام دوست اپنا اپنا کھانا محمد خان صاحب کے دفتر میں بھجوا دیتے اور خوان یغما کی طرح آپس میں بانٹ کر اکٹھے ہو کر کھاتے اس سے محبت اتفاق اور یک رنگی بڑھتی۔ مدتوں یہ معمول رہا اور خاکسار بھی بچپن میں ان ضیافتوں میں شریک ہوتا رہا۔ محمد خان صاحب کے فوت ہو جانے کے بعد یہ دستور قائم نہ رہ سکا۔ محمد خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق اور بہت گداز طبیعت رکھنے والے تھے۔ اس والہیت کا ذکر خود حضرت مسیح موعود مہدی معہود نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے۔ دوستوں پر محمد خان صاحب جان چھڑکتے تھے۔ بڑے غیور اور بہادر انسان تھے۔ والد

صاحب (حضرت منشی ظفر احمد صاحب۔ ناقل) فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ محمد خان صاحب کو میں نے دیکھا کہ ڈنڈا ہاتھ میں لئے غصے کی حالت میں میرے مکان کے آگے ٹہل رہے ہیں میں نے بڑھ کر سبب دریافت کیا تو پہلے تو انہوں نے ٹالنا چاہا لیکن میرے اصرار پر یہ بتایا کہ انہوں معلوم ہوا ہے کہ کسی شریر نے مستورات کے متعلق نازیبا کلمات کہے ہیں میں اسے برداشت نہیں کر سکتا اور ایسے شریر کا قلع قمع کروں گا والد صاحب نے بہت سمجھا بجھا کر انہیں رخصت کیا۔"

(روایات حضرت منشی ظفر احمد...... صفحہ ۸)

حضرت اقدس ؑ سے آپ کی بے انتہاء محبت :۔

احباب کپور تھلہ کی ذکر حبیب کی محفلیں عجب عاشقانہ رنگ رکھتی تھیں اور ہر ایک کے دل سے اس کی محبت کے چشمے پھوٹتے تھے اس سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی...... ایک مجلس کا ذکر یوں فرماتے ہیں:۔

"ایک روز کا ذکر ہے کہ صبح کے چار بجے تھے گلابی موسم تھا خاکسار اور منشی محمد خان مرحوم عاشق مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور منشی ظفر احمد صاحب ساکنان کپور تھلہ اور حافظ احمد اللہ خاں صاحب ناگپوری و پشوری اور دیگر دو تین اصحاب...... بیٹھے تسبیح و تہلیل اور درود و استغفار میں مشغول تھے کسی نے اذان خوش الحانی سے دی جب وہ اذان ختم کر چکا تو میرے دل میں ایک جوش پیدا ہوا۔ تو میں نے آہستہ آہستہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود کے اشعار خوش الحانی سے پڑھنے شروع کئے تو عاشق مسیح موعود مہدی معہود محمد خان صاحب نے زور سے پڑھنے کیلئے فرمایا۔ چونکہ مرحوم کا اور میرا گہرا تعلق اور ساتھ ہی بے تکلفی تھی ان کے ذوق قلبی اور فرمانے پر میں نے وہی اشعار زور سے پڑھے اور وہ اشعار ہیں۔

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند — مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
مے درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب — کور چشم آنانکہ در انکارہا افتادہ اند
بشنوید اے طالباں کز غیب بکنند ایں ندا — مصلحے باید کہ در ہرجا مفاسد زادہ اند

(ترجمہ:۔ چونکہ مجھے مسیحی قوم کیلئے نور دیا گیا ہے اس لئے میرا نام ابن مریم رکھا گیا میں چاند کی طرح روشن ہوں اور سورج کی طرح چمکتا ہوں وہ اندھے ہیں جو انکار میں پڑے ہوئے ہیں۔ اے طالبو! سنو غیب سے یہ آواز آرہی ہے کہ ایک مصلح چاہئے کیونکہ ہر جگہ فساد پیدا ہو گئے ہیں۔)

...... جب دوسرا شعر پڑھا تو حضرت مسیح موعود مہدی معہود نے بیت الفکر کی دریچی یعنی کھڑکی سے چہرہ منور چمکتا ہوا نکالا اور دست مبارک میں لالٹین روشن شدہ تھی اور ایک لیمپ خانہ خدا میں روشن تھا۔ اللہ اکبر۔ اس وقت کا منظر کیا ہی مبارک اور دلکش تھا عین دوسرے شعر کے مصرعہ اول کے مطابق تھا۔

مے درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب

آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ محمد خان مرحوم کی تو وجد کی حالت طاری ہو گئی اور ہم سب پر ایک عجیب حالت طاری تھی ایک طرف استیلائے محبت اور ایک طرف استغراق محو نظارہ میں خاموش ہو رہا۔ آپ بیٹھ گئے فرمایا صاحبزادہ صاحب چپ کیوں ہو گئے پڑھو پھر میں نے مکرر سہ کرر ان اشعار کو پڑھا۔ آپ سن کر محظوظ ہوئے اور فرمایا۔ جزاک اللہ احسن الجزاء..... " (الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۳۲ء بحوالہ روایات حضرت منشی ظفر احمد..... صفحہ ۳۷)

آپ کا نمونہ کلام :۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں حضرت میاں محمد خان صاحب...... کے کلام سے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

الٰہی اس کے سب مقصد بر آئیں ‏ ‏ الٰہی اس کی پوری ہوں دعائیں
زمینِ دل پڑی تھی مُردہ ساری ‏ ‏ تو آیا مثلِ بارانِ بہاری
تری آمد بیاں اللہ نے کر دی ‏ ‏ رسول پاک نے تیری خبر دی
تو آیا ہے بعینہ انتظاری ‏ ‏ دلوں کو لگ رہی تھی بے قراری
اگر تعریف کچھ تیری بیاں ہو ‏ ‏ بیاں ہو گر محمد کی زباں ہو
دکھایا زور وہ تیرے قلم نے ‏ ‏ جھکائے سر عرب نے اور عجم نے
فصاحت ہاتھ تیرے چومتی ہے ‏ ‏ بلاغت مست ہو ہو جھومتی ہے
بچا جس کے لئے تو نے دعا کی ‏ ‏ ہوا برباد جس کو بد دعا دی
الٰہی اس کے سب مقصد بر آئیں! ‏ ‏ الٰہی اس کی پوری ہوں دعائیں!

(الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب...... کی بیان فرمودہ روایات میں آپ کا تذکرہ

حضرت میاں محمد خان صاحب...... کا ذکر حضرت منشی ظفر احمد صاحب...... کی روایات میں کئی موقعوں پر آتا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دیگر رفقائے بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ ساتھ ایمان و عرفان کے پیالے نوش فرماتے رہے۔

(ا)۔ جب حضرت اقدس کپور تھلہ تشریف لے گئے تو حضرت میاں محمد خان صاحب...... بھی حضرت اقدس کو کرتار پور اسٹیشن پر پہنچانے کیلئے گئے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب...... فرماتے ہیں:۔

"ایک دن قیام فرما کر حضور قادیان تشریف لے گئے اور لدھیانہ سے آئے تھے ہم کرتار پور کے اسٹیشن پر پہنچانے کے لئے گئے تھے یعنی منشی اروڑا صاحب' محمد خان صاحب' اور میں' مگر کوئی اور بھی ساتھ کرتار پور گیا ہو تو مجھے یاد نہیں۔" (روایات حضرت منشی ظفر احمد...... روایت نمبر ۱۷ صفحہ ۹)

(۲)۔ "عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کی معیاد کے جب دو تین دن رہ گئے تو محمد خان صاحب مرحوم اور منشی اروڑا صاحب مرحوم اور میں قادیان چلے گئے اور بہت سے دوست بھی آئے ہوئے تھے سب کو حکم تھا کہ پیشگوئی کے پورا ہونے کیلئے دعائیں مانگیں۔ مرزا ایوب بیگ مرحوم برادر ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اس قدر گریہ زاری سے دعا مانگتا تھا کہ بعض دفعہ گر پڑتا تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا محمد خان صاحب اور منشی اروڑا صاحب اور میں (بیت) مبارک کی چھت پر سویا کرتے تھے۔ آخری دن معیاد کا تھا کہ رات کے ایک بجے کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ابھی الہام ہوا ہے کہ اس نے رجوع بحق کر کے اپنے آپ کو بچالیا۔ منشی اروڑا صاحب مرحوم نے مجھ سے، محمد خان صاحب سے اور اپنے پاس سے کچھ روپے لے کر جو ۳۰، ۳۵ روپے کے قریب تھے حضور کی خدمت میں پیش کئے کہ حضور اس کے متعلق جو اشتہار چھپیں وہ اس سے صرف ہوں۔ حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم تمہارے روپے سے ہی اشتہار چھپوائیں گے۔ ہم نے عرض کی ہم اور بھی روپے بھیجیں گے۔ ہم نے اسی وقت رات کو اتر کر بہت سے آدمیوں سے ذکر کیا کہ وہ رجوع بحق ہو کر بچ گیا اور صبح کو پھر یہ بات عام ہو گئی....." (روایت نمبر ۲۹ ایضاً صفحہ ۹۵)

(۳)۔ "جماعت علی شاہ صاحب نے منشی فاضل کا امتحان محمد خان صاحب مرحوم کے ساتھ دیا تھا اس تعلق کی وجہ سے وہ کپور تھلہ آگئے۔ محمد خان صاحب نے حضرت مسیح موعود مہدی معہود کا ذکر ان سے کیا اور کچھ اشعار کا بھی ذکر ہو گیا۔ جماعت علی شاہ صاحب نے کہا کہ نظامی سے بڑھ کر فارسی میں کوئی اور لکھنے والا نہیں میں نے کہا کہ کوئی شعر نظامی کا نعت میں سناؤ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

فرستادہ خاص پروردگار رسانندہ حجت استوار

میں نے حضرت صاحب کا یہ شعر انہیں سنایا۔ ؎

صدر بزم آسمان و حجۃ اللہ بر زمین ذات خالق را نشانے بس بزرگ و استوار

(روایت نمبر ۱۰۲ ایضاً صفحہ ۱۲۸)

(۴)۔ "جب حضور کو مسیح موعود ہونے کا الہام ہوا تو میرے دوست منشی اروڑا صاحب نے ذکر کیا کہ ایک بڑا ابتلاء آنے والا ہے وہ قادیان سے یہ الہام سن کر آئے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا مگر انہوں نے نہ بتلایا مگر یہی کہتے رہے کہ ایک بڑا ابتلاء آنے والا ہے۔ اس پر میں خود قادیان چلا گیا تو حضور نے فرمایا کہ ہمیں یہ الہام ہوا ہے۔ میں نے اسی وقت عرض کیا کہ آنحضوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس کا زمانہ پائے وہ میرا سلام انہیں پہنچادے اسی لئے میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضور کو سلام پہنچاتا ہوں۔ حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ جس اخلاص اور محبت سے کپور تھلہ والوں نے مانا ہے اس کی نظیر کم ہے اس کے کچھ دن بعد میں نے واپسی کی اجازت چاہی کہ اپنے دوستوں کو جا کر اطلاع دوں۔ حضور نے فرمایا آپ ذرا ٹھہریں میں ایک کتاب "فتح اسلام" لکھ رہا ہوں۔ وہ چھپ جائے تو لے کر جائیں میں ایسے دلائل دوں گا کہ مخالفوں کو ڈھونڈو گے تو گھر سے نہ ملیں گے۔ میں کپور تھلہ واپس آگیا تو منشی اروڑا صاحب

محمد خان صاحب سے اس دعویٰ کا ذکر کر چکے تھے اور دونوں میرے انتظار میں یکہ خانہ کپور تھلہ پر جایا کرتے تھے میں جب واپس آیا تو میں نے یکے میں سے ہی کہا کہ ہمارا تو پہلے ہی یہ ایمان ہے۔ آپ (منشی اروڑا صاحب) یہ کیا ابتلاء لئے پھرتے ہیں۔ اس پر دونوں صاحب مجھ سے لپٹ گئے (بغل گیر ہو گئے) کہ ہم اب تین ہو گئے۔ پھر ہم نے اسی وقت بلا توقف جا کر منشی عبدالرحمٰن صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے معاً کہا آمنا و صدقنا۔

حضرت میاں محمد خان صاحب...... کے بارہ میں یہ چند روایات دی گئی ہیں۔ بہت سارے ایسے واقعات ہیں جن میں آپ کا ذکر آتا ہے۔ آپ سفر و حضر میں دیگر احباب کپور تھلہ کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس کی معیت میں رہے۔ چنانچہ دہلی اور لدھیانہ میں خدمت کے مواقع پاتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب...... اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی...... نے جہاں کہیں بھی احباب کپور تھلہ کا ذکر فرمایا تو حضرت میاں محمد خان صاحب کے اخلاص و محبت اور وفاداری کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس جماعت کو حضرت اقدس کے ساتھ عشق و محبت میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ ان کی قربانیاں غیر معمولی رنگ رکھتی تھیں۔ قربانیوں کیلئے باہم رشک تھا ان میں یہ جذبہ تھا کہ وہ ایک دوسرے سے آگے نکلتے رہے۔ باہمی رشک کے ایسے واقعات بڑے ایمان افروز اور قابل ستائش ہیں۔ حضرت اقدس کا ان عشاق کیلئے یہ سرٹیفکیٹ ان کی سعادت و خوش بختی ہے۔

"میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔"

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تعزیت و دعا: (۱) مکرم نعیم احمد صاحب ناظم انصار اللہ ضلع ... لکھتے ہیں کہ: ایک مخلص اور فدائی دوست مکرم ڈاکٹر محمد صادق رکن مجلس عاملہ انصار اللہ مورخہ ۱۵ جون ۱۹۹۷ء کو ایک حادثہ میں وفات پا گئے ہیں (مرحوم کے دو بھائی پہلے ہی راہ مولیٰ میں جان کی قربانی دینے کی سعادت پا چکے ہیں) ادارہ اس صدمہ پر مرحوم کی یادگار رہنے والی تین بیٹیوں سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

(۲)۔ مکرم صوبیدار عبدالرشید صاحب بھٹی راجوروی محلہ دارالعلوم جنوبی ربوہ سابق زعیم انصار اللہ بعمر ۶۸ سال مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۹۷ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم نہایت مخلص اور ملنسار تھے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم شفیق احمد صاحب اور دو داماد مکرم فضل احمد صاحب شاہد اور مکرم محمد شفیق صاحب مربیان سلسلہ ہیں اور ایک داماد مکرم حافظ عبدالمنان صاحب کوثر کارکن ادارہ ماہنامہ انصار اللہ۔ اسی طرح ایک بیٹا مکرم عبدالنور انسپکٹر تحریک جدید خدمات بجالا رہے ہیں۔ احباب مرحوم کے بلندی درجات کیلئے دعا کی درخواست ہیں۔

طب و صحت

صحت برقرار رکھنے کے طریقے

(۴)

(ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی ایف آر سی پی)

اب تک جسم کے مختلف اعضا جو بیماریوں کو روکنے کیلئے ممد ہیں اور جراثیم سے نمٹتے ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب وہ طریقے جن سے جراثیم سے بچا جاسکتا ہے ان کا تذکرہ ہوگا۔ جیسا کہ سب سے پہلے بتایا جاچکا ہے کہ زمین کی آب و ہوا میں انواع و اقسام کے جراثیم اور جاندار اشیاء ہیں جو اپنی زندگی کو قائم رکھنے کیلئے کوشش کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض انسانی جسم میں اپنی خوارک حاصل کرتی ہیں اور تندرست جسم پر حملہ کر کے اس میں بیماری پیدا کرتی ہیں۔ یہ جراثیم پانی کے ذریعہ سے بھی جسم میں داخل ہوتے ہیں غذا کے ذریعے سے بھی داخل ہوتے ہیں اور ہوا کے ذریعے سے بھی داخل ہوتے ہیں۔ آج کا سوال یہ ہے کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جن کو اختیار کر کے ان جراثیم سے بچا جاسکتا ہے؟ پینے کے پانی سے پھیلنے والی بیماریاں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ دستوں کی امراض، پیچس، ٹائفائیڈ، یرقان اور بہت سے دوسرے موذی امراض پینے والے مشروبات کے ذریعے سے انسانی جسم میں داخل ہو کر بیماری پیدا کرتے ہیں۔ ان سے بچنے کا ایک بہت ہی اہم ذریعہ یہ ہے کہ پینے والا پانی صاف ستھرا اور جراثیم سے پاک ہو۔ چنانچہ ترقی یافتہ ممالک میں ہر شہری کو ایسا پانی حکومت فراہم کرتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں پینے کیلئے صاف پانی مہیا نہیں کیا جاتا۔ کہیں دریا کا کہیں نہر کا کہیں جوہڑ کا کہیں کوئیں کا اور کہیں نلکے کا پانی پیا جاتا ہے۔ واٹر سپلائی کا پانی بھی ٹسٹ کیا جائے تو اس میں مہلک جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ صحت کو برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے پانی صاف ستھرا اور جراثیم سے پاک ہو۔ بہت سے طریقے پانی کو صاف کرنے کیلئے موجود ہیں۔ بعض جگہ پھٹکڑی استعمال ہوتی ہے۔ کہیں فلٹر استعمال ہوتے ہیں اور کہیں پانی کو جراثیم سے پاک کرنے والی گولیاں استعمال ہوتی ہیں لیکن سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ پینے کے پانی کو ابال لیا جائے اور کم از کم ایک منٹ ابلنے کے بعد اس پانی کو ٹھنڈا کر کے پینے کیلئے استعمال کیا جائے۔ گرمی کے موسم میں بازار کی برف سے مکمل پرہیز کیا جائے اور اگر گھر میں ریفریجریٹر وغیرہ ہو تو اسی ابلے ہوئے پانی کی برف بنا کر پی جاسکتی ہے۔ اگر ایسا انتظام نہ ہو تو اس بکس میں پینے کے پانی کی بوتلیں بھر کر ٹھنڈی کر کے استعمال کی جائیں جس طرح سوڈے کی بوتلوں کو دوکاندار ٹھنڈا کیا کرتے ہیں اسی طرح بغیر برف پانی میں ڈالے ابلے ہوئے پانی کو ٹھنڈا کر کے پینے کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

غرض عام پانی' عام برف' عام آئس کریم وغیرہ سب سے مکمل پرہیز کرنا ضروری ہے۔ صرف ایک اس احتیاط سے تقریباً ۸۰ فیصد بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔ دودھ بھی ہمیشہ ابال کر استعمال کرنا چاہئے اور غذا کی دوسری اشیاء بھی صاف ستھری' تازہ اور پکی ہوئی ہونی چاہئیں ایسے پھل اور سبزیاں جو چھلکے سمیت کچی استعمال ہوتی ہیں وہ بھی صحت کو نقصان پہنچاتی ہیں چنانچہ امرود' سیب' کھجور' انگور' کچی مولی اور گاجر اور اس کے جوس سب کے سب صحت کیلئے مضر ہو سکتے ہیں۔ ان پھلوں کو استعمال کرنے سے پہلے ان کا چھلکا اتارنا اور انہیں اچھی طرح دھو کر استعمال کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح سبزیوں کا چھلکا اتارنے اور صاف پانی سے دھونے کے بعد ہی انہیں کچی حالت میں کھایا جاسکتا ہے۔ البتہ پکا کر کھانے سے تمام جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ گلی سڑی غذا کے استعمال میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ گرمی کے موسم میں اگر خوراک میں بو پیدا ہو جائے جسے بُسی ہوئی غذا کہتے ہیں یا دودھ پھٹ جائے تو قطعی طور پر اسے استعمال کرنا نہیں چاہئے۔ اسی طرح پھپھوندی لگی ہوئی اشیاء سخت مضر ہوتی ہیں۔ بعض جراثیم انسان کے معاون اور مددگار بھی ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک Lactobacillus جو دہی میں پایا جانے والا جراثیم ہے قابل ذکر ہے یہ آنتوں میں مضر جراثیم کی افزائش کو روکتا ہے۔ یہ جراثیم دودھ کو دہی میں تبدیل کرتا ہے۔ اس لئے دہی کا اور لسی کا باقاعدہ استعمال صحت کیلئے خاص طور پر مفید ہے۔ ایسی لسی جس میں سے مکھن نکالا جا چکا ہو وہ خاص طور پر صحت کیلئے مفید ہے اور اس کا باقاعدہ استعمال بوڑھوں اور جوانوں سب کیلئے مفید ہے۔ صرف ایک احتیاط ضروری ہے کہ کھٹاس زیادہ نہ ہو کیونکہ یہ تیزابیت کی علامت ہے اور اس سے بعض لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

صاف ستھری ہوا بھی صحت کیلئے اہم ہے آج کل فضائی آلودگی کا بہت چرچا ہے اور لوگ ہوا کو بہت اہمیت دے رہے ہیں۔ جہاں دھواں زہریلی گیس اور گرد و غبار فضائی آلودگی کے اعتبار سے اہم ہیں وہاں پر جراثیم بھی اہم ہیں۔ جگہ جگہ تھوکنا اور ناک صاف کرنے اور اسی طرح بیماروں کے کھانسنے سے جراثیم کی آلودگی بڑھ جاتی ہے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ ہر تپ دق کا وہ مریض جس کے تھوک میں جراثیم خارج ہو رہے ہوں وہ سال میں دس تندرست اشخاص کو اس بیماری میں مبتلا کرتا ہے اسی طرح بہت سے جراثیم ہیں جو ہوا کے ذریعے سے پھیلتے ہیں اور اس کی روک تھام کا طریقہ یہ ہے کہ انسانی ہمدردی کے تحت اس بیماری کا مریض کوشش کرے کہ اس کے کھانسنے اور تھوکنے سے دوسرے متاثر نہ ہوں۔ رومال کا استعمال' تھوک دان اور پیک دان کا استعمال اور اسی طرح کی دوسری احتیاطیں کرنی ضروری ہیں۔ ہوا اور فضا کو صاف ستھرا رکھنے کیلئے ایک عمومی احساس بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ (جاری)

تصحیح تاریخ ولادت:۔ ماہنامہ انصار اللہ جولائی ۱۹۹۷ء میں مضمون حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی تاریخ ولادت سہواً ۱۸۶۵ء درج ہوئی ہے جو درست نہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت ۱۷ رمضان ۵۶۰ ھ (بمطابق ۲۸ جولائی ۱۱۶۵ء) ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

Monthly **ANSARULLAH** Rabwah
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. No. CPL-92
August 1997

ہمارا پیارا برگزیدہ نبیؐ

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہم نہایت نرمی اور انکسار سے ہر ایک عیسائی صاحب اور دوسرے مخالفوں کو کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ بات سچ ہے کہ ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے ہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے۔ فوت نہیں ہوا۔ کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پیروی کی جائے جس کو شفیع اور منجی سمجھا جائے وہ اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو اور عزت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ایسا بدیہی طور پر مقیم ہو اور خدائے ازلی ابدی حیّ وقیّوم ذوالاقتدار کے دائیں طرف بیٹھنا اس کا ایسے پُرزور الٰہی نوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبت رکھنا اور اس کی کامل پیروی کرنا لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنیوالا روح القدس اور آسمانی برکات کا انعام پائے اور اپنے پیارے نبی کے نوروں سے نور حاصل کر کے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دور کرے اور مستعد لوگوں کو خدا کی ہستی پر وہ پختہ اور کامل اور درخشاں اور تاباں یقین بخشے جس سے گناہ کی تمام خواہشیں اور سفلی زندگی کے تمام جذبات جل جاتے ہیں یہی ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے سو ہم اپنے خدائے پاک ذوالجلال کا کیا شکر کریں کہ اس نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق دیکر اور پھر اس محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچی تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبیؐ فوت نہیں ہوا۔ بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ - اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۷)

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)